

آئینہ داودی

احوال و مناقب

حضرت شیخ سید داؤد بندگی قادری الکوٹائیؒ

مؤلفہ
میماں نعیم انور چشتی نظامی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آئینہ داؤدی

احوال و مناقب

حضرت شیخ سید داؤد بندگی قادری الکرمانی

مؤلف

میاں نعیم انور چشتی نظامی

﴿جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں﴾

نام کتاب

آئینہ داؤدی

مؤلف

میاں نعیم انور چشتی نظامی

رابطہ: 0334-9797696

ناشر

.....

کمپوزنگ

حمزہ گرافکس اردو بازار لاہور

تعداد

500

قیمت

300/- روپے

پروف ریڈنگ

نعمان بن نعیم

طالب دعا

حاجی محمد اشرف چشتی

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوانات
10	☆ انتساب
13	☆ اللہ ہو
14	☆ گہائے عقیدت
15	☆ حرف آغاز
33	☆ تقریظ
36	☆ تقریظ
38	☆ امیر المومنین سیدنا امام حسن مجتبیٰ بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
42	☆ حضرت امام ابو جعفر محمد تقی بن امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
45	☆ شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبدالقادر الحسینی والحسینی البیلانی
57	☆ مخدوم شیخ عبدالقادر ثانی قدس اللہ سرہ العزیز
59	☆ حضرت شیخ عبدالرزاق قدس اللہ سرہ العزیز
59	☆ سید زین العابدین قدس اللہ سرہ العزیز
60	☆ حضرت مخدوم شیخ حامد گنج بخش قادری قدس اللہ سرہ العزیز
62	☆ شیر گڑھ کی تاریخی اہمیت
63	☆ قدیمی جامع مسجد شیر گڑھ
65	☆ حضرت شیخ سید داؤد مندگی قادری الکرمانی قدس سرہ السامی

- ☆ ولادت با سعادت 66
- ☆ ابتدائی تعلیم 67
- ☆ لاہور میں تشریف آوری 68
- ☆ شیخ اسماعیل کی پیش کوئی 69
- ☆ جذب و کیف اور ذوق عبادت 69
- ☆ نسبت اویسی 70
- ☆ حضرت شیخ سید داؤد بندگی کی شادی 71
- ☆ شیر گڑھ میں خانقاہ کا قیام 73
- ☆ بغداد کی ہوائیں 74
- ☆ اعلائے کلمۃ الحق 74
- ☆ بڑھیا کو بنیائی مل گئی 75
- ☆ شیخ قطب عالم کی ملاقات 76
- ☆ لوگوں کا بارانِ رحمت کے لیے حاضر ہونا 77
- ☆ مریدین اور متعلقین کو ذکر کی تلقین 78
- ☆ مخالفین کا سامنا 79
- ☆ دشمنوں سے حسن سلوک 79
- ☆ رائے مانک اور کوہلہ کا قبول اسلام 82
- ☆ مرید کرنے کا طریقہ 83
- ☆ یارانِ طریقت کے لیے غیب سے طعام 84

- ☆ غوث الاعظم کا عتاب 86
- ☆ شیخ داؤد بندگی اور مخدوم الملک 87
- ☆ مفلوج اندھے کو ننگے اور بہروں کو شفا مل گئی 89
- ☆ درویشوں کی آزمائش گھٹیا فعل ہے 89
- ☆ دین محمدی کی سر بلندی کے لیے آگ میں بیٹھ جانا 90
- ☆ تکبر کا علاج 93
- ☆ سلیم شاہ سوری کا زوال 93
- ☆ شاہ ابوالمعالی کو غوث پاک کا دیدار ہونا 94
- ☆ مغنی کے گانے سے کیفیت کا ہونا 95
- ☆ کھاتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی 96
- ☆ شہنشاہ اکبر کا ملاقات کے لیے اشتیاق 97
- ☆ ایک گانے والے کی دلجوئی کرنا 98
- ☆ اہل سنت والجماعت کے طریقہ کی حفاظت 99
- ☆ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا شریف فرما ہونا 100
- ☆ مریدوں کو تو بہ کی رغبت دلانا 101
- ☆ ملا عبد القادر بدایونی کا حاضر ہونا 102
- ☆ غیر مسلموں کا قبول اسلام 103
- ☆ دشمن جان کے جنازے میں شریک ہونا 106
- ☆ حضرت شیخ بندگی کی ہتھیلی کا مبارک حل 106

- ☆ سید محمد حیدر کے مقالہ سے اقتباس 108
- ☆ حضرت شیخ داؤد بندگی کے علیہ عادات و خصائل کا بیان 110
- ☆ حضرت شیخ داؤد کے مرض الموت کا ذکر 112
- ☆ اقوال داؤدی 115
- ☆ شجرہ نسب 117
- ☆ شجرہ طریقت 118
- ☆ شجرہ سجادہ نشیناں 120
- ☆ روضہ منورہ کی تعمیر کا ذکر 122
- ☆ مزارات کا اپنی جگہ کو تہدیل کرنا 123
- ☆ حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ کی اولاد امجاد کا ذکر 125
- ☆ بندگی شیخ سید عبداللہ نورنگ نور 125
- ☆ حضرت شیخ سید رحمت اللہ شاہ بندگی علیہ الرحمۃ الغفران 126
- ☆ خانوادہ داؤدی کے عظیم فرزند 128
- ☆ حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ کے خلفاء 130
- ☆ حضرت شیخ شاہ کمال علیہ الرحمۃ المتعال 131
- ☆ حضرت سید خیر الدین شاہ ابوالمعالی نور اللہ مرقدہ 137
- ☆ حضرت شیخ عبدالوہاب علیہ الرحمۃ الرضوان 155
- ☆ حضرت شیخ جمال الدین المعروف شیخ بہلول دہلوی نور اللہ مرقدہ 162
- ☆ حضرت شاہ ابواسحاق قادری لاہوری علیہ الرحمۃ الباری 163

- ☆ حضرت شیخ سید داؤد بندگی کے مزار اقدس سے متصل
- 174 مزارات کی تفصیل
- 175 عفت مآب مستورات کے مزارات
- 176 بندگی شیخ سید رحمت اللہ شاہ عالی جاہ نور اللہ مرقدہ کا مزار مبارک
- 176 احاطہ درگاہ میں مزارات
- 177 چمن پیر قبرستان
- 179 چند قیمتی باتیں - از مولف ☆



انتساب

اول الاولین آخر الآخرین سید المرسلین
 مظهر طہ و یسن حبیب رب العالمین
 حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طاہر و اطہر اسم
 پاک سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

میاں نعیم انور چشتی نظامی

بر محمد می رسانم صد سلام
 آں شفیع مجرماں یوم القیام

قلم

قدم

اور قسم

سوچ کراٹھاؤ

امام المسلمین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

اللہ ہو

وجہ تسکین جان اللہ ہو
 قلب کا اطمینان اللہ ہو
 بس ہو میرا بیان اللہ ہو
 جب بھی کھولوں زبان اللہ ہو
 فضل و رحمت کی کان اللہ ہو
 میرے مولا کی شان اللہ ہو
 کھولتا ہے یہ ذکر سب اسرار
 معرفت کا جہان اللہ ہو
 حمد، ارض و سماں ہے جاری
 فرش تا لا مکان اللہ ہو
 دل بھی ہو جائے ہم نوا اس کا
 جب کہے یہ زبان اللہ ہو
 دامن اہل ہو ہے ہاتھوں میں
 میرا دھیان و گیان اللہ ہو
 ضرب شہزاد ہو کی ہے کاری
 میرا تیر اور کمان اللہ ہو

نگارش

علامہ محمد شہزاد مجددی

گہائے عقیدت

بحضور سرور کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم

یوں نگاہوں نے کیا گنبد خضرا کا طواف
 روشنی کرتی ہے جیسے مہ و اختر کا طواف
 مدحت شاہ کی خوشبو کہیں پالے شامد
 چاندنی کرتی ہے اس شوق میں گھر گھر کا طواف
 اُن کا بیمار ہوں جو سب کے مسیحا ٹھہرے
 اے اجل سوچ سمجھ کر میرے بستر کا طواف
 اُس کو عقبی میں ہے جنت کی بشارت برحق
 جس کو دنیا میں میسر ہو ترے در کا طواف
 آہی پہنچے گا در یار پہ گرتے پڑتے
 جس کی تقدیر میں ہے کوچہ دلبر کا طواف
 کون چاہے گا سرحشر نہ اپنی بخشش
 کیوں نگاہیں نہ کریں شافع محشر کا طواف
 حاضری در پہ بھی ہو محور دل بھی وہ رہیں
 ایک باہر کی زیارت ہے اک اندر کا طواف
 کعبہ فکر و غنا اہل جہاں میں ہے نصیر
 آکے سلطان کریں اُن کے گداگر کا طواف

پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی

حرف آغاز

میری انتہائے نگارش یہی ہے تیرے نام سے ابتدا کر رہا ہوں۔ اور نامحدود
دروود و سلام سید خیر الانعام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

علم و آگہی اور عمل کے لحاظ سے میری حیثیت بے معنی ہی ہے۔ میرے جیسے خام
اور بے نام کے پاس سوائے شرمساری کے کوئی بھی ایسا عمل نہیں جو رب ذوالجلال کی بلند و
بالا اور اعلیٰ و ارفع بارگاہ کے لائق ہو۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اُن سے کوئی
گناہ سرزد نہیں ہوتا اور صالحین یعنی اولیاء اللہ گناہوں کی قلت سے محفوظ و مامون ہوتے
ہیں۔ ورنہ اس دنیائے رنگ و بو میں کوئی بھی ایسا انسان نہیں جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ اور اس
سے بدترین کوئی گناہ نہیں کہ انسان اپنے آپ کو گنہگار نہ سمجھے۔

یہ رب تعالیٰ کی عنایت بے غایت اور الطاف بے قیاس ہے کہ اُس پاک ذات
نے اپنے محبوب اور مقبول بندوں کی محبت عطا کر کے میرے خاندان کو شہانہ دل بنا رکھا ہے۔
اور ان نفوس قدسیہ کے تذکار لکھنے کی ارزاں توفیق عطا کر کے اپنے گناہوں کا کفارہ ادا
کرنے کی سعادت نصیب فرمائی ہے۔

من و جرم کوشی پے پے تو پردہ پوشی و مبدم

بہ حصیر ننگ خطا منم بہ سریر لطف و عطا توئی

مجھے ہر آن کوشش جرم دامن گیر رہتی ہے۔ اور تو ہر لمحہ عیبوں کی پردہ پوشی فرماتا

ہے۔ شرم خطا کی چٹائی پر میں ہوں۔ اور تخت ستاری پر تو ہے۔

اس رعایت و عنایت پر اللہ کریم کے حضور سجدہ شکر بجا لاتا ہوں۔ اور اپنے

صاحب و شاگرد الدین کی بخشش و مغفرت کی درخواست رب الارباب بے نیاز کی بارگاہ میں

پیش کرتا ہوں۔ جو علیم وخبیر ہے۔ اور اپنے شیخ طریقت کے درجات کی بلندی کا طلب گار ہوں جن کی صحبت فیض اثر سے پورے قد سے کھڑا ہوں

اللہ اللہ چہ نسبت شاہ و گدا

مقبولان خدا یعنی غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و شامائل اور محامد و محاسن کو احاطہ تحریر میں لانا بڑی احتیاط کا متقاضی ہے۔ کیونکہ ان عرفان آگاہ بندگان عالی کے بلند مراتب کو سمجھنا بڑا نازک معاملہ ہوتا ہے۔ یہ قد کی سیرت سعادت ازلی اور نعمت لم یزلی سے آراستہ ہوتے ہیں۔ ان کا وجود مسعود و خلق خدا کے لیے کسی بھی طرح نعمت عظمیٰ سے کم نہیں ہوتا۔ ان کی مثال اُس چراغِ راہ کی مانند ہے جو رات کے اندھیرے میں بھٹکنے والے مسافروں کو روشنی فراہم کر کے گمراہیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

اولیائے کرام مشائخ عظام اپنے حسن سلوک سے دلوں پر حکمرانی کرتے ہیں۔ اور ان کے روشن ضمیر اور پاکیزہ خیر ہر قسم کے تعصب اور نفرت سے پاک ہوتے ہیں۔ یہ پیکرِ صدق و صفا ہر خاص و عام نیک و بد کے ساتھ یکساں حسن اخلاق سے پیش آتے ہیں۔ اور لوگوں کے عیبوں کی پردہ پوشی کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک قابلِ نفرت اگر کوئی چیز ہوتی ہے تو وہ گناہ ہے گنہگار نہیں۔ یہ قد کی صفات کے مالک بڑائی سے نفرت کرتے ہیں بڑے آدمی سے نہیں۔ کیونکہ رحمت خداوندی کا تعلق گنہگاروں سے ہے۔

جب کوئی گنہگار اور سیاہ کار سچے دل سے اللہ کریم کی طرف رجوع کرتا ہے تو خالق کائنات اُسے اپنے دروازے سے مایوس نہیں لوٹاتا۔ اور رحمت حق اُسے اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ اسی طرح دوستانہ خدا بھی کسی بڑے سے بڑے انسان کو بھی اپنے در سے نہیں دھتکارے۔ بلکہ اُس کی دلجوئی کر کے اُسے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان بورینہ نشینوں کے ہاں مذہب و ملت رنگ و نسل کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ یہ ہر انسان

کو اُس کی قدر و منزلت سے آگاہ کرتے ہیں۔ رب کائنات ہر نیک و بد مشرک و کافر کو بلا امینا زرزق دیتا ہے۔ وہ رب العالمین ہے اور تمام مخلوقات کو رزق دینا اُس کی شان کریبی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا رب ہے۔ (پالنے والا)

اسی طرح فخر موجودات و جہہ تخلیق کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نوع انسانی کے آخری رسول ہیں۔ پہلے انبیاء کی رسالت اُن کی مبارک زندگیوں تک تھی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آفاقی نبوت تاقیامت اور تمام نوع بشریت کے لیے ہے۔

جان کائنات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی معاشرہ کو حسن معاشرت کا جو پیغام دیا ہے وہ بھی آفاقی ہے۔ نبی پاک ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ جس کی ایک ہی مثال عالم بشریت کے لیے کافی و وافی ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طاقت و اختیار کے باوجود دشمنان اسلام اور دشمن جان کے لیے عام معافی کا اعلان فرما کر اعلیٰ ترین اخلاقی اقدار اور غصہ و درگزر کا عملی نمونہ پیش کر کے پوری انسانیت کو اپنے رحمۃ اللعالمین ہونے کا اظہار فرمادیا۔ اور دنیا میں زندگی بسر کرنے کے آداب سکھائے۔ خلاصہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک اسوہ حسنہ آداب زندگی سے عبارت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اولاد آدم کے راہبر عظیم ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے غلاموں کی پاکیزہ زندگی بھی انہی آداب سے عبارت ہے۔ اولیاء اللہ کے بلند کردار اور پاکیزہ افعال بھی اسی اخلاق حسنہ کی بدولت انہیں مخلوق میں معزز اور ممتاز کرتے ہیں۔ یہ سرچشمہ نبوت کے فیضان کا ادنیٰ سا کرشمہ ہے۔ آقا کریم کے غلام کس شان کے ہوتے ہیں۔

بھیرہ شریف سے شائع ہونے والا ماہنامہ ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر 1981ء میں لکھا ہے قبلہ پیر کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں میری گنگا رآنکھوں نے اس طرح نماز

پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا جیسے شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی نماز ادا کرتے تھے ایک مرتبہ تونسہ شریف سے خواجہ خان محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سیال شریف میں تشریف فرما تھے نماز عصر کے وقت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی اور دیگر معززین اور مریدین بھی خواجہ تونسوی کے ہمراہ نماز ادا کر رہے تھے امامت قاری غلام احمد کروارہے تھے پہلی رکعت میں امام صاحب سجدے میں گئے تمام مقتدی بھی سجدے میں گئے امام صاحب نے سجدے سے سر اٹھایا مگر خواجہ قمر الدین سیالوی بدستور سجدے میں رہے۔

امام صاحب نے دوسری تیسری اور چوتھی رکعت بھی مکمل کر لی۔ حتیٰ کہ امام صاحب نے سلام پھیر دیا لیکن سب یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ خواجہ قمر الدین بدستور سجدے میں ہیں یہ دیکھ کر خواجہ خان محمد تونسوی بھی بتلائے حیرت ہوئے امام صاحب نے دعا بھی کروادی تب خواجہ قمر الدین سیالوی نے سر سجدے سے اٹھایا اور باقی نماز ادا کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت خواجہ خان محمد تونسوی نے فرمایا قمر الدین آج آپ نے کیسی نماز پڑھی ہے۔ خواجہ قمر الدین سیالوی نے عرض کیا کہ بنگلے میں تشریف لے چلیں وہاں عرض کرنا ہوں۔ آپ خاص مصاحبوں کے ساتھ بنگلے میں تشریف لے گئے اور خواجہ تونسوی سے عرض کیا کہ جب میں سجدے میں گیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری نصیب ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غسل فرما رہے تھے مجھے فرمایا قمر الدین تو بھی غسل کر لے میں نے بھی غسل کیا اس لیے دیر ہوگئی حضرت خان محمد تونسوی نے فرمایا ہمیں کیسے یقین ہو کہ آپ مدینہ پاک تشریف لے گئے اور غسل بھی فرمایا۔ اس کی کوئی علامت۔ شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی نے خادم سے برتن لانے کا کہا۔ خادم برتن لایا تو آپ نے سر سے ٹوپی اُتار کر بالوں کو نچوڑا تو پانی کے قطرے گرنا شروع ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر خواجہ خان محمد تونسوی کی آنکھوں سے فرط محبت سے آنسو رواں ہوئے۔ اور خواجہ قمر الدین

سیالوی سے دیر تک بغلگیر رہے۔ اور فرمایا قمر الدین ہمیں آپ کے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناز ہے۔ یہ شان ہے غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

اولیائے عظام اور علمائے حق وراثت و نیابت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاملین ہیں ان کا ذکر باعث رحمت ہے ان کا کلام دوا اور نظر شفا ہے۔

عنده ذکر الصالحین تنزل الرحمة

اللہ والوں کا ذکر ہو تو رحمت کی بارش ہوتی ہے

علمائے ربانی علم نبوت کے وارث ہیں۔ اور اس علم سے فیضیاب ہیں۔ جبکہ اولیائے عظام طریقت نبوی سے آراستہ ہیں۔ یہ دونوں گروہ عین صراط مستقیم پر ہیں۔ اور صراط مستقیم کیا ہے۔ سراسر اسوۂ حسنہ کی پیروی ہے۔ خاصان خدا میں اعلیٰ اخلاقی اقدار اور عفو و درگزر کے اوصاف بدرجہ اتم موجود ہوتے ہیں اور یہی اوصاف اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا زینہ ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے اسے ساری خدائی مل جاتی ہے۔

مشائخ عظام کی ابتدائی تربیت کا آغاز اخلاقیات کے درس سے ہوتا ہے۔ کیونکہ علم بھی اُس وقت تک مافع نہیں ہوتا جب تک اخلاق کی درستگی کا باعث نہ بن جائے صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ہاں اخلاقی اقدار اور عفو و درگزر کا کیا معیار ہوتا ہے۔

اس کی بھی ایک مثال کافی ہے خواجگان چشت اہل بہشت کے عظیم روحانی پیشوا خواجہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ذاتی لائبریری تھی۔ جس میں بڑی مادر دایاں کتب کا ذخیرہ موجود تھا۔ ایک شخص آپ کی لائبریری سے چند قیمتی کتب چرا کر لے گیا۔ اور کچھ عرصہ بعد وہی کتابیں فروخت کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے ایک نظر کتابوں پر ڈالی اور دوسری نظر اُس شخص پر وہ بہت گھبرایا۔ کیونکہ حضرت خواجہ فخر جہاں نے پہچان لیا تھا کہ یہ کتابیں انہی کی ہیں اس سے پہلے کہ وہ شخص بھاگ جانا آپ

نے اسے منہ مانگی قیمت ادا کر کے وہ نایاب کتابیں خرید لیں۔ اور اُسے شرمسار نہ ہونے دیا۔

وہ شخص آپ کے اس حسن سلوک سے اسقدر متاثر ہوا کہ اس نے تمام خرافات سے تائب ہو کر باقی ساری زندگی خواجہ صاحب کی خانقاہ میں خدمت کرتے گزار دی۔ خواجہ فخر الدین فخر جہاں علیہ الرحمۃ کے بارے میں مشہور ہے آپ خلاصہ حسن سلوک تھے۔ کبھی کسی پر بنا راضگی کا اظہار نہ کرتے۔ یہ ہیں وہ ہندوگان عالی جنہیں اولیاء اللہ کہا جاتا ہے۔ مجھے اُن لوگوں پر بڑی حیرت ہوتی ہے جو اولیاء اللہ کو اپنے جیسا خیال کرتے ہیں۔ ایک عام آدمی کا ظرف کس طرح اس اعلیٰ پایہ کا ہو سکتا ہے۔ جیسا خواجہ فخر جہاں علیہ الرحمۃ کا تھا اور نہ ایک عام آدمی کی عبادت و ریاضت اولیاء اللہ جیسی ہوتی ہے۔

مقررین الہی دنیا کے مال سے بے نیاز رہتے ہیں اور جو کچھ اُن کے پاس ہوتا ہے بے دریغ اللہ کی رضا کے لیے خرچ کر دیتے ہیں۔ اور دوسروں کے دکھ درد بانٹتے ہیں اور ہر واقف و ناواقف کی دلجوئی کر کے اُن کے اندر کے زخموں پر مرہم رکھتے ہیں۔ اور لوگوں میں خوشیاں بانٹتے اور راحت و آرام پہنچاتے ہیں۔ ان کا ہر سانس ذکر الہی سے معمور ہوتا ہے۔ اُن کا کھانا پینا بیٹھنا اُٹھنا چلنا پھرنا جاگنا سونا غرضیکہ ہر عمل مالک و خالق کی خوشنودی کے لیے ہوتا ہے۔ جبکہ ایک عام انسان اپنے نفس کے تابع ہوتا ہے اور اُس کے اعمال بھی اپنی پسند اور ناپسند کے مطابق ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنی پسند اور ناپسند کو ہی ملحوظ رکھتا ہے کیونکہ وہ خود پسندی کے گرداب میں ہوتا ہے۔ اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے اپنے آپ کو بے وقعت کرتا رہتا ہے۔ اور اسی طرح دنیا کا مال و منال اکٹھا کرنے میں زندگی گزار کر دنیا کا مال دنیا میں ہی چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ جبکہ مردان باصفا کے ہاں ایسا نہیں ہوتا وہ اپنی زندگی کو خالص اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ مبارک

کے عین مطابق بسر کرتے ہیں۔ اور ہر حال میں صبر شکر اور رضائے مولا کی طلب رکھتے ہیں۔ اور اپنی پسند اور ناپسند پر صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور نفس کی آفتوں سے محفوظ ہوتے ہیں۔ انہوں نے اس بھید کو پالیا ہوتا ہے کہ اپنی پسند عارضی اور ناقص ہے جبکہ مولیٰ تعالیٰ کی پسند دائمی ہے۔ اس لیے وہ دائمی اعمال کے شغل میں مشغول رہتے ہیں اور اُن کی ذاتی دولت و ثروت اللہ کریم کا ذکر ہوتا ہے۔ جو اُن کا مناس و مددگار ہوتا ہے اور ان کا کوئی سانس ذکر الہی کے بغیر نہیں ہوتا۔

یہ پاکیزہ نفوس اپنے آپ کو اگر بے وقعت کرتے ہیں تو صرف اللہ کے لیے کرتے ہیں۔ اور اُسی کی رضا اور فرمانبرداری کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اللہ رب العزت کی یہ شان کریں ہے۔ جو اُس کے لیے اپنے آپ کو بے وقعت کرتا ہے تو وہ بے نیاز اُس کی قیمت بڑھا کر اُسے انمول کر دیتا ہے۔ اور انمول کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

بازار مصطفیٰ ﷺ ہے خریدار خدا ہے

انمول مال کا خریدار صرف خدا ہوتا ہے۔ اور جس مال کا خریدار خود خدا ہو۔ اُس مال کو کوئی اور نہیں خرید سکتا۔ محبت حق میں گرفتار ہونے والوں کو رہائی کا پروانہ نہیں ملتا۔

میں نے یہ تمہید اُن لوگوں کے لیے باندھی ہے۔ جو اولیاء اللہ اور عام بندے میں فرق نہیں کرتے۔ اور انہیں اپنے جیسا خیال کرتے ہیں ایک عام بندے اور خاص بندوں کے درمیان یہ بڑا معمولی نوعیت کا موازنہ ہے۔ جس میں عام سی باتوں کا ذکر کر کے عام سے انداز میں اولیاء اللہ کے معمولات زندگی اور ایک عام آدمی کے معمولات زندگی کے بارے میں اپنی قلم کو جنبش دی ہے۔ ورنہ اولیاء اللہ کے فضائل اور عام آدمی کا کوئی موازنہ ہی نہیں ہے۔

میرا واسطہ اکثر ایسے لوگوں سے رہتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ان مقرب اور محبوب بندوں کے مرتبہ و مقام سے تعصب یا نادانیت کی بنا پر اپنی کم ظرفی اور لاعلمی کے باعث

عجیب طرح کے سوال کرتے ہیں۔ اور اپنے سوال کا جواب قرآن وحدیث سے کم پر نہیں مانگتے کہ وہ میں اپنی بساط کے مطابق اُن کی کچھ نہ کچھ تسلی کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

جب میں ان سے پوچھتا ہوں کہ بھائی قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہو تو جواب نفی میں دیتے ہیں۔ اور پھر میرے اس سوال کا بھی اُن کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا کہ کیا تم لوگ اپنی زندگی کو قرآن وحدیث کے مطابق گزارتے ہو۔ تو جواب نفی میں ہوتا ہے۔

پھر میں یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہوں کہ اگر تم قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرو تو تمہیں تمہارے سوالوں کا شافی جواب مل جائے گا قرآن پاک میں اللہ کریم نے اپنے ان خاص دوستوں کی نشانیاں اور اُن کے بلند مراتب بیان کیے ہیں۔ اور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان غلاموں کے بارے میں بہت کچھ فرمایا ہے۔ ”مطالعہ تو کرو“۔ بے شمار احادیث اولیاء اللہ کی عظمت کے بارے میں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جا بجا اپنے ان مقرب بندوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اور واضح نشانیاں اور ان کے فضائل بیان کیے ہیں۔ اور ان کے بلند مراتب کا ذکر کیا ہے۔

دنیا میں دو گروہ ہی معزز ہیں۔ ایک بادشاہ اور دوسرے درویش۔ تاریخ کی کتب میں یہ تو لکھا ہے کہ فلاں بادشاہ نے شاہی پوشاک اُتار کر درویش و فقرا کی کوڑی پہن لی۔ لیکن یہ کسی کتاب میں نہیں لکھا ہوا کہ کسی درویش نے کوڑی اُتار کر شاہی خلعت زیب تن کی ہو۔ ہر دور میں بادشاہوں نے صوفیاء اور مشائخ کے آستانوں پر جا کر ان کی قدم بوسی کی ہے اور ان کی دعاؤں کے طالب رہے ہیں اور ان بوریہ نشینوں سے اپنی نسبت پر فخر کیا ہے۔ عظمت اولیاء کے منکرین اور ان کے بلند مراتب سے ناواقف ان حقائق کو پیش نظر رکھیں۔ اور تعصب کی عینک پر جمی ہوئی گرد کو اخلاص کے پانی سے صاف کر کے دیکھیں تو انہیں ان خدا رسیدہ کے مراتب

عالیہ واضح طور پر سمجھ آئیں گے اگر آئینہ گرد آلود ہو تو شکل و صورت دھندلی دکھائی دیتی ہے۔ مسلکی تعصب نے امت کو گروہ در گروہ تقسیم کر کے کمزور کر دیا ہے۔ اور اسلام کی حقیقت مسخ ہو کر رہ گئی ہے۔ جو امت مسلمہ کا اس دور کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ ہر مسلک کے لوگ اپنے آپ کو جنتی اور دوسرے کو دوزخی کہنے میں کوئی خوف خدا نہیں رکھتے۔ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے اس ڈھٹائی سے لگائے جاتے ہیں کہ اغیار کے سامنے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔

ہمارے اس طرز عمل پر آج غیر مسلم بھی انگلیاں اٹھا رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس صورت حال کے ذمہ دار چند فاطر العقل بے عمل کم علم اور درباری قسم کے عملا ہیں۔ جنہوں نے منبر و محراب کے تقدس کو پامال کر کے مسلک کے نام پر امت کو دوست و گریباں کیا ہوا ہے۔ ان علمائے سو کو عالم کہنا علم کی توہین ہے۔ یہ وسعت قلب اور وسعت نظر سے محروم لوگ علماء کہلانے کے لائق نہیں۔ تمام مسالک کے جہاں دیدہ حضرات سے میری درو مندانہ اپیل ہے وہ ان کالی بھیسروں کا محاسبہ کر کے انہیں اپنی صفوں سے باہر نکال دیں۔ اسلام کی حقانیت سے نا آشنا یہ ماعاقبت اندیش اپنے غیر ملکی آقاؤں کے عزائم کو تقویت دے کر اپنے ہی بھائیوں کا خون بہا کر کونے اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔

اسی طرح کچھ بد طینت مکار بے عمل اور بے علم قسم کے لوگ نام نہاد درویشوں اور عالموں کے بھیس میں سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کرنے اور انہیں لوٹنے میں مصروف ہیں۔ یہ بھیسڑیے تو انسان کہلانے کے بھی لائق نہیں ہیں۔ جنہوں نے ہر کام کے لیے علیحدہ فیس مقرر کر رکھی ہے۔ یہ جھوٹے اور بے ایمان کسی کو کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں جو خود دوسروں کے کھڑوں کے محتاج ہیں۔ سچے درویش و فقرا تو خود دل کے غمی ہوتے ہیں اور اپنے منہ کا نوالہ بھی بھوکوں اور محتاجوں کو دے دیتے ہیں۔ عوام الناس کو ان نقلی اور جعلی درویشوں اور عالموں سے ہوشیار اور دور رہنا چاہیے جو جھوٹ اور کمزور فریب کا کاروبار کرتے ہیں۔ ان بد کردار اور

عیار قسم کے لوگوں نے چند روزہ زندگی کی آسائشوں کے لیے اپنی آخرت کو ہبا دکر رکھا ہے اور لعنت کا طوق ان کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے یہ خائن اور بد قماش معاشرے کا ناسور ہیں۔ ارباب اختیار کو اولین فرست میں ان ماسوروں کا خاتمہ کرنا چاہیے۔

دین اسلام عین دین فطرت ہے۔ جو اپنے تو اپنے غیر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ بھی حسن سلوک اور رواداری کا سبق دیتا ہے۔ روح کائنات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر مسلموں کے آنے والے وفد کو بھی مسجد نبوی کے صحن میں خیمہ لگا کر ٹھہراتے اور انہیں اپنی عبادات کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرماتے۔

مساجد اللہ کے گھر ہیں۔ جنہیں چند ماعقت اندیشوں نے اپنے اپنے مسلک کا لیبل لگا کر اللہ کا نہیں بلکہ اپنا اپنا گھر بنا رکھا ہے اور نفرتوں کی ایسی آگ جلائی ہوئی ہے کہ ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو کافر و شرک کہنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتا۔

میں مسلک کے نام پر امت کو تقسیم کرنے والے علما سے پوچھتا ہوں۔ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی سند موجود ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ قبر و حشر میں یہ سوال بھی پوچھا جائے گا کہ تم دیوبندی ہو یا بریلوی، وہابی ہو یا شیعہ کیا تم کوئی ایسی دلیل لا سکتے ہو ہرگز نہیں مسلک کے نام پر یہ سارے ابہام اور غلط عقائد چند علمائے سو اور مذہبی جنونیوں کے پیدا کردہ ہیں جن کی اصل کچھ بھی نہیں قبر و حشر کی کامیابی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

الَا مِنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ

یہ کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے پاس قلب سلیم لیکر آئے

قلب سلیم کیا ہے۔ ایسا قلب جو ہر قسم کی قد و رت و نفرت حسد و بغض اور کینہ و تعصب سے پاک ہوتا ہے ذکر مولیٰ تعالیٰ سے معمور اور فکر آخرت سے رنجور ہوتا ہے غصہ و درگزر صبر و شکر اور رضائے الہی کا مظہر ہوتا ہے امت کو گردہوں میں تقسیم کرنے والے

اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہیں کیا ان کے قلوب ایسی صلاحیتوں سے آراستہ ہیں ہرگز نہیں مسلک کے نام پر لڑنے اور لڑانے والو یا درکھو عقیدے کی درنگی سے ایمان کامل ہوتا ہے اگر عقیدہ درست نہ ہو تو ایمان کبھی درست نہیں ہوتا وہی مسافر منزل تک پہنچتا ہے جو صحیح راستے کا تعین کرنا ہے غلط راستہ بھٹکنے کے لیے ہوتا ہے منزل تک نہیں پہنچاتا۔

جان کائنات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین غلام بے دام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل بیت اطہار کی محبت اور ان کی پیروی ہی جزو ایمان ہے ان سے بہتر عقیدہ کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اور براہ راست فیض لینے والے بلند اقبال اور بیدار بخت ہیں اور یہی دین اسلام کے علمبردار ہیں۔ یہی عقیدہ اولیائے عظام اور علمائے حق کا ہے جنہوں نے ہر دور میں امت کی راہنمائی کی ہے اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔ کیونکہ فیضان اولیاء درحقیقت فیضان نبوت سے جاری ہونے والا چشمہ ہے تاریخ گواہ ہے اولیاء اللہ کی اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے خدمات مثل انبیاء ہیں اولیاء اللہ کا عقیدہ عین حق ہے جو اس عقیدے سے انحراف کرنا ہے وہ اپنے ایمان کو خراب کرنا ہے آج ہمارے معاشرے کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اسلام کے نام نہاد علمبردار اسلام کی نہیں بلکہ اپنے اپنے مسلک کی تبلیغ کرتے نظر آ رہے ہیں انہیں سلامتی والا اسلام عزیز نہیں بلکہ مسلک کی آڑ میں فساد پیدا کر رہے ہیں تمام مسالک کے مدارس میں اپنے اپنے مسلک کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے جس سے طالب علموں کے مزاج میں تنگ نظری اور تنگ دلی کا عنصر شامل ہو جاتا ہے جو بعد میں ایک دوسرے کے مسلک کے لیے نفرت کا باعث بنتا ہے اور یہ شور ڈالتے ہیں کہ اسلام خطرے میں ہے اسلام کو کفار سے کوئی خطرہ نہیں ان چند مذہبی لیڈروں سے خطرہ ہے جنہوں نے امت کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اپنے آپ کو بڑا اور سچا مسلمان سمجھنے والو۔ کیا تم نے اپنے اُن محسنوں یعنی اولیاء اللہ کے اس احسان کو کبھی یاد رکھا ہے جن کی برکات سے تمہارے آباؤ اجداد نے اسلام قبول کیا ہے

کیا تم لوگوں نے کبھی ان کی تعلیمات کا مطالعہ کیا ہے۔ جنہوں نے محض اپنے حسن سلوک سے دلوں پر حکمرانی کی ہے۔ کیا تم نے کبھی اولیاء اللہ کے اس احسان کو مد نظر رکھا ہے۔ جنہوں نے تمہارے بڑے بوڑھوں کو شرک اور کفر کے اندھیروں سے نکال کر آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہونے کا اعزاز بخشا ہے کیا کوئی نبی یا پیغمبر اس خطہ میں آیا تھا جس نے یہاں اسلام پھیلا یا ہے۔ افسوس صد افسوس کہ صرف تعصب اور تنگ نظری و تنگ دلی نے تمہیں اندھا کر رکھا ہے۔ اگر تم لوگ اولیاء اللہ اور علمائے حق کی تعلیمات سے استفادہ حاصل کرتے تو آج منبر و محراب کا تقدس مجروح نہ ہوتا۔

اگر تم ان پاکیزہ نفوس کی پیروی کرتے جو عین صراط مستقیم پر ہوتے ہیں۔ تو آج تمہیں بھی اسلام کی حقانیت معلوم ہوتی اور اس طرح نفرتوں کے بیج نہ بوتے۔ مسلمان کو مسلمان کا دشمن نہ بناتے۔ بلکہ تعلیمات اولیاء اللہ کی بدولت تم دشمنوں کو بھی دوست بناتے اور غیر مسلم بھی تم سے متاثر ہوتے۔ لیکن تمہارے طرز عمل سے نئی نسل بھی بدگمان ہو کر مذہب سے بیزاری کا اظہار کرتی نظر آ رہی ہے۔ فرقہ واریت اور نفرتوں کا بیج بونے والو تو پہ کرو اور اللہ کریم سے اپنے ان گھناؤنے جرائم کی معافی طلب کرو۔ اور اولیاء اللہ کی تعظیم کرو اور ان کے طرز حیات سے علم حاصل کرو یہی علم نافع ہے اور مسلمانوں میں جو نفاق پیدا ہو گیا ہے اسے اتحاد و اتفاق کی تبلیغ کر کے ختم کرو۔

دلوں کو جوڑنا دین ہے اور ان میں دراڑیں ڈالنا بے دینی ہے۔ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی قدس سرہ العزیز کا قول مبارک ہے۔ قیامت کے دن قیمت کے بازار میں (یعنی جب اعمال کے بارے میں باز پرس ہوگی) کوئی سامان اتنا مقبول نہ ہوگا۔ جتنا دلوں کو راحت پہنچانا ہے۔ (سامان سے مراد اچھے یا برے اعمال ہیں) اور سب سے بھاری عمل دلوں کو راحت پہنچانا ہے۔

حضرت سلطان المشائخ کے اس قول مبارک میں طرز حیات کا پیغام ہے۔ ایک دوسرے کے دل کو خوش کرنا کتنا بڑا عمل ہے اور یہ خوبصورت قول کس خوبصورتی کے ساتھ معاشرے میں باہمی محبت اور یگانگت کا درس دے رہا ہے۔

موجودہ حالات یہ تقاضا کر رہے ہیں۔ آج انہی اولیاء اللہ کی تعلیمات کی اشد ضرورت ہے۔ جو آداب معاشرت سے عبارت ہے۔ ان خدا رسیدہ کی تعلیمات میں نفرت اور تعصب نام کو بھی نہیں ملتے یہ محبت کے سفیر حسن اخلاق کے امیر ساری انسانیت کو رواداری اور مل جل کر رہنے کا درس دیتے ہیں۔ ان کے حسن سلوک نے ہی لاکھوں کروڑوں غیر مسلموں کے دلوں کو بدل کر حلقہ بگوش اسلام کیا ہے آج اُمت کے ان محسنوں کے طرز عمل کو اپنا کر مسلک کے نام پر نفرتوں کی دیواروں کو گرایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اولیاء اللہ کی تعلیمات کا مرکز و محور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوہ حسنہ ہے جو پوری عالم انسانیت کے لیے سراپا خیر ہے۔

اولیاء اللہ کی سوانح کا مطالعہ کرنے سے اسلام کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ ان عظیم البرکت ہستیوں نے اشاعت اسلام کے لیے رشد و ہدایت کے جو چراغ روشن کیے ہیں۔ اُن کی روشنی آج بھی دعوتِ نظارہ دے رہی ہے۔ جو اللہ کی محبت میں زندگی گزارتے ہیں انہیں زندگی کی تمنا نہیں رہتی بلکہ زندگی اُن کی تمنا کرتی ہے۔

ان کے پُر نور مزارات سے آج بھی سلسلہ فیض جاری ہے۔ جو فیضانِ نبوت کا تسلسل ہے اور کراماتِ اولیاء اللہ کی صورت میں ابد الابد رہے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے۔ اپنے مقرب بندوں پر جنہوں نے خلقِ خدا کی بھلائی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا ان کے مزارات پر انوار و تجلیات کا نزول جاری ہے۔ جس کی برکت سے ان کی زیارت کرنے والوں کے دل سکون اور روحیں تسکین

حاصل کرتی ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جن کے قلوب ذکر مولیٰ تعالیٰ سے روشن ہوتے ہیں۔ ان کی قبریں بھی روشن ہوتی ہیں۔ جبکہ فانی دنیا کے طالبوں کی قبریں عبرت کا نشان ہوتی ہیں۔ جن کی ویرانی دیکھ کر وحشت ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے خاص بندوں کو دائمی زندگی عطا کی ہے۔

بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

علامہ اقبال نے اس آیت کریمہ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

ان خاصان خدا سے محبت اور نسبت رکھنے والے بدنصیب بھی نیک نصیب ہو جاتے ہیں۔ اولیاء اللہ اس طرح زندہ ہیں کہ ہمارا شعور ان کی زندگی کا ادراک نہیں رکھتا اہل نظر اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ جنہیں رب جلیل نے اعلیٰ بصیرت کے ساتھ خاص بصارت عطا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کا دامن تھام لو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

اور سچے وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دی ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ ہیں جنہیں ہم اولیاء اللہ کہتے ہیں۔ جن کے بارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا ہے

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

نَحْنُ أَوْلِيَاءُ كُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

تحقیق یہ اولیاء اللہ میرے مقبول بندے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں ہر قسم کا آرام راحت و قرار اور رحمت و بخشش کی خوشخبری ہے۔

یہی فرق ہے خاص اور عام لوگوں میں۔ دنیا کے طالب دنیا کی فانی آسائشوں میں راحت پاتے ہیں۔ جبکہ خواص اللہ کے ذکر اور فکر میں اسی کی محبت سے اپنے سینوں کو

منور کرتے ہیں۔ یہی رنگ وحدت ہے جس سے رنگین ان کے قلوب اور باطنی احوال نور اعلیٰ نور ہوتے ہیں۔

اللہ اپنے دوستوں سے محبت کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھے اُن سے اعلان جنگ کرتا ہے اور وہ گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی اور نہ ان کے اعمال مقبول ہوتے ہیں۔ اگر میں یہاں قرآن وحدیث کی روشنی میں اولیاء اللہ کی عظمت بیان کروں تو ساری کتاب اسی موضوع پر دلائل وبراہین سے بھر جائے گی۔ انشاء اللہ توفیق الہی سے آئندہ اس موضوع پر کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

اب میں آئینہ داؤدی کے مرتب کرنے کا سبب بیان کرتا ہوں جو اپنی نوعیت کا انوکھا حسن اتفاق ہے ہر ارفع و اعلیٰ مقصد کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ کی عنایت کے ساتھ قبولیت بھی شامل ہوا کرتی ہے پھر توفیق۔ اس واقعہ کو لکھنے میں اگر میں غلطی پر ہوں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی کا طلب گار ہوں۔ اور اگر اسے لکھنے میں میرا خلاص شامل ہے تو رب تعالیٰ میرے اس خلوص نیت کو پرنا شیر بنادے۔

زہد الانبیاء حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس اللہ الاطہر سے میرا قلبی لگاؤ ناقابل بیان ہے۔ اپنے اس والہانہ لگاؤ اور چشتی نسبت کی برکت سے حضرت بابا صاحب کے احوال وملفوظات پر مبنی کتاب آئینہ معرفت لکھنے کی توفیق نصیب ہوئی اور 2011ء میں اس کی اشاعت ہوئی۔ جسے صاحبان علم و فضل نے بہت سراہا۔ اس کی مقبولیت کے باعث اب اس کی تیسری بار اشاعت ہو رہی ہے۔ جو میرے لیے بڑا اعزاز ہے۔

گذشتہ تیس سال سے پاکپتن شریف آنا جانا لگا ہوا ہے۔ اور اس سفر کا دن میرے لیے کسی بھی طرح عید کے دن سے کم نہیں ہوتا پاکپتن شریف جاتے ہوئے اختر آباد اور رینالہ خورو سے گذرتے ہوئے دونوں جگہ جہازی سائز کے بورڈ آؤیزاں ہیں۔ جن پر

جلی حروف میں حضرت شیخ سید داؤد بندگی اور شیر گڑھ لکھا ہوا ہے۔ عرصہ دراز سے ان پر نظر پڑتی تھی۔ لیکن میں بغیر کسی تامل کے گذر جاتا تھا۔ آٹھ اپریل 2014ء کے دن پاکپتن شریف جاتے ہوئے اختر آباد سے گزرتے ہوئے یہاں پر آدیناں بورڈ پر حضرت شیخ سید داؤد بندگی اور شیر گڑھ کے نام پر نظر پڑی۔ تو ایک انجانی سی مٹھا ٹیسی کشش نے میرے تن بدن میں پچھل مچادی اور میری گاڑی کا رخ شیر گڑھ کی طرف ہو گیا۔

یہ اچانک تبدیلی نہ صرف خلاف معمول تھی بلکہ خلاف توقع بھی تھی۔ میرے ساتھی بھی اس حیران کن تبدیلی پر حیران تھے۔ لیکن انجانی سی کشش کشاں کشاں لیے جارہی تھی۔ اور کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا۔ تقریباً بیس پچیس منٹ کی مسافت طے کر کے جب سرسبز و شاداب شیر گڑھ کی حدود میں داخل ہوئے تو دور سے حضرت شیخ سید داؤد بندگی کرمانی علیہ الرحمۃ کے مرقد منور پر بنے ہوئے عالی شان گنبد پر نظر ٹھہر گئی۔ اور اس نگاہِ نظارہ سے میرے دل کی دھڑکنیں غیر متوازن ہو گئیں۔ پھر دل ناتواں کو کشادگی اور روح کو ایسی تسکین و تمکین حاصل ہوئی جس سے میرا دل شاد و شاد و در طبیعت باغ و بہار ہوئی اس دلخریب نظارہ اور انجانی سی خوشی و مسرت سے میری آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ کیونکہ اس منظر کے پس منظر میں کچھ اور ہی مقصود تھا۔ کچھ دیر بعد طویل راہداری سے گذر کر اس عظیم الشان خانقاہ میں داخل ہوئے جب اس کو ہر فیضان اور کرم کے سلطان کی چوکھٹ کو بوسہ دیا

مجھے کمالِ ندامت ہے سر جھکانے کی

زمین خراب نہ ہو تیرے آستانے کی

تو میری فکر کو فراخی نصیب ہوئی۔ اور یہ احساس جاگزیں ہوا کہ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے اس تاجدار کے احوال و مناقب پر ایک آسان فہم کتاب ترتیب دوں۔ جن کے فقر و غنا اور جامع

کمالات کا شہرہ سارے عالم میں ہے۔ تب اس انجانی سی کشش اور خلاف معمول سفر کی تبدیلی کا عقدہ کھلا۔ اس بندہ نوازی پر میں ہر اپانیا زمند ہوں۔

اور اس حسن اتفاق اور حسن انتخاب پر نمازاں ہوں ورنہ اس کار کجا اس ما کار کجا۔ شیر گڑھ اور پاکپتن کے اس انوکھے اور نرالے سفر سے واپس لاہور آ کر اگلے روز 9 اپریل سے میں نے اس عظیم خدمت کا آغاز کر دیا اور لکھنے کے لیے جو مواد درکار تھا وہ با آسانی دستیاب ہوتا گیا اور کسی بھی قسم کی کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ جبکہ اس تحقیقی اور سچے کام میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس دوران وہی مقناطیسی کشش میری مدد و معاون رہی جس کی بدولت الحمد للہ اور بفضل تعالیٰ چند ماہ میں اس کتاب آئینہ داؤد کی کاپیہ تکمیل تک پہنچا پیشوائے کالمین حضرت شیخ سید داؤد بندگی کرمانی کا خاص تصرف ہے۔ ورنہ یہ کام بعض اوقات سالہا سال پر محیط ہوتا ہے۔ اور یہ بھی واضح کردوں میں نے جو حالات و واقعات لکھے ہیں۔ ان کی صحت و ثقاہت کو ملحوظ رکھا ہے۔ اور بڑی جانچ پڑتال کے بعد لکھا ہے کیونکہ اکثر لکھنے والے اولیاء اللہ کی کرامات پر زیادہ زور دیتے ہیں جبکہ خود اولیاء اللہ کرامت پر استقامت کو ترجیح دیتے ہیں۔ کوکہ اولیاء اللہ کی کرامات فیضان نبوت کا تسلسل ہے جہاں باطل قوتوں کو سرنگوں کرنا مقصود ہوتا ہے۔ وہاں اظہار کرامت کیا جاتا ہے ان مردان خدا پر لکھنا بڑی احتیاط اور اخلاص کا متقاضی ہے اور اس میں دانستہ غلطی اور غفلت کی گنجائش نہیں ہوتی اس کتاب میں حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ کے پڑنور احوال و مناقب کے علاوہ آپ کے جلیل القدر خلفائے عظام کے بارے میں بھی بڑی مفید معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اور میں نے حتی المقدور کوشش کی ہے۔ کہ ان خود آگاہ اور خدا آگاہ کے تذکرہ کے ضمن میں حقائق و دقائق کو پیش نظر رکھا جائے اور کسی ایسے واقعہ کو لکھنے سے گریز کیا

ہے جس کی صحت درست معلوم نہ ہوتی تھی۔ مولانا تعالیٰ میری اس خدمت کو قبولیت اور قبول عام نصیب فرمائے۔ کیونکہ اس کام میں میرا پُر خلوص جذبہ خدمت شامل ہے۔ اور اس سلسلے میں میں کتنا کامیاب رہا ہوں اس کا فیصلہ قاری حضرات بہتر کر سکتے ہیں۔

اس کتاب میں اگر کہیں کوئی غلطی یا کوتاہی ہوئی ہو تو بندہ ماجیز راہنمائی کا طلب گار ہے۔ کیونکہ تقاضائے بشریت انسان سے خطا ہونے کا امکان رہتا ہے۔

حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس اللہ سرہ العزیز الغفار کے حضور ایک رباعی کا نذرانہ پیش کرتا ہوں..... اگر قبول افتد زہے نصیب

شیخ داؤد بندگی عالی نسب و قطب زمان
 زیر نگین بحر و بر شاہ ولایت ہفت آسمان
 سرگروہ عارفاں سر ہدایت را سالکان
 ہادی پیر دنگیر شاہ طریقت شاہ جہان

مؤلف

میاں نعیم انور چشتی نظامی

صاحبزادہ پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ زاہد پرنسپل

پنجاب یونیورسٹی اور یونیٹل کالج، لاہور

ہماری تاریخ کا یہ المیہ رہا ہے کہ ہم اولیاء اللہ کے عقیدت مند ہونے کے باوجود اپنی اُن ذمہ داریوں سے عہدہ بردار ہونے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکے جو دین متین، سلسلہ طریقت اور اپنے اپنے شیخ کامل کی طرف سے تفویض ہوتی آئی ہیں۔ یہی وجہ ہے سلاسل تصوف سے مسلک اکثر عقیدت مندوں نے اپنے آپ کو صرف رنگ عقیدت تک ہی محدود کر رکھا ہے۔ بزرگان دین کے بارے میں اگر کچھ علم ہے تو وہ بھی صرف کرامات کے سننے اور سنانے تک جبکہ کرامات کا تذکرہ بے سود نہیں ہوتا۔ اس سے بھی علم و عرفان اور تحقیق و تلقین کی راہیں نکلتی ہیں۔ مگر کیا کیا جائے زمانے کی ستم ظریفی کا کہ ہمارے خانقاہی نظام میں علم اور تحقیق و تلقین کا رواج ہی نہ ہونے کے برابر رہ گیا ہے اور اگر کہیں ہے بھی تو وہ اقبال کے اس شعر کے مصداق کہ:

رہ گئی رسمِ اذان روحِ بلالی نہ رہی

فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

یہ عمل آج سے نہیں عرصہ دراز سے جاری ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج اگر کسی صوفی، درویش یا ولی کامل کے حالات و آثار پر تحقیق کی غرض سے کتابیں تلاش کی جائیں تو اکثر و بیشتر مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چند سطروں یا چند صفحات پر جا کر بات ختم ہو جاتی ہے بعض اوقات اس تلخ حقیقت سے بھی واسطہ پڑتا ہے کہ جلیل القدر اولیاء کا ذکر محض تبرکاً ہی ملتا ہے جبکہ ان کے روحانی فیوض و برکات کا لامتناہی سلسلہ آج بھی قائم ہے۔ مجبوراً اہل

دل کو رینہ رینہ اکٹھا کرنے کے لیے نہ جانے کہاں کہاں کی دربوڑہ گری کرنا پڑتی ہے۔

اسی صورتحال سے کتاب ہذا کے مؤلف محترم المقام میاں نعیم انور چشتی نظامی دو چار رہے۔ تحقیق و تدوین کا سفر کس قدر بڑا خار اور صبر آزمایا ہے اس کا اندازہ وہ ”آئینہ معرفت“ ترتیب دیتے ہوئے کر چکے ہیں۔ تصنیف و تالیف کی دنیا میں سفر کی صعوبتوں کے مقابلے میں لذتِ آشنائی نے انہیں زیادہ لطف دیا ہے۔ اسی لیے وہ یکے بعد دیگرے پورے انہماک اور جوانمردی سے قلم و قریطاس کے تعلق کو آگے بڑھانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب اسی سفرِ محبت کی کراماتی تکمیل ہے جسے انہوں نے ناقابلِ یقین حد تک کم مدت میں پایہء تکمیل تک پہنچایا ہے۔ تحقیق کی دنیا میں اصل اور قابلِ اعتماد ماخذات تک رسائی سب سے بڑا مسئلہ ہوتا ہے میاں صاحب نے یہ مرحلہ جس دانشمندی سے طے کیا ہے بلاشبہ اس کے پیچھے حضرت شیخ سید داؤد بندگی کا روحانی تصرف کا فرما رہا ہے۔ اس روحانی تصرف کا اشارہ آپ کو کتاب کے حرفِ آغاز کی آخری سطروں میں مل جائے گا کہ کس طرح میاں نعیم انور چشتی پاپتین شریف جاتے ہوئے غیر ارادی طور پر شیر گڑھ کی طرف چل دیئے اور حضرت داؤد بندگی کے مزار اقدس پر جا حاضر ہوئے اور مزار شریف پر حاضری کے موقع پر سرورِ انبساط کے لحاظ کے دوران انہیں صاحبِ مزار کے بارے میں کتاب تالیف کرنے کا خیال کیسے آیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے کتاب کا مکمل ہو جانا، یہ سب کچھ صاحبِ مزار کے روحانی تصرف ہی کا کرشمہ ہے۔ عرصہ دراز سے سلسلے کے کسی عقیدت مند کو کتاب کا خیال کیوں نہ آیا؟ اصل بات یہ ہے کہ بزرگ جس سے چاہیں اس سے خدمت لے لیتے ہیں اور یہ عزت و اعزاز جس کے نصیب میں ہوا سے ہی عطا ہوتا ہے:

ایں سعادت بہ زور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشنده

اس کتاب کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ یہ نہایت سادہ اور سلیس انداز میں لکھی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ قاری کی مفہوم تک بلا تکلف رسائی ہو جاتی ہے۔ دوسرا نمایاں پہلو یہ ہے کہ بزرگوں کے حالات و واقعات کو ایک تسلسل کے ساتھ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ان کی تعلیمات کا عکس بھی جھلکتا نظر آئے۔ میرے خیال میں تیسرا اور سب سے نمایاں وصف یہ ہے کہ کتاب کے حرف آغاز میں صاحب کتاب نے اپنی دلی کیفیات کا نچوڑ پیش کر دیا ہے جو سالکانِ راہِ طریقت کے لیے خاصے کی چیز ہے۔ آج کے پُرفتن دور میں جبکہ لوگوں کو فکرِ معاش سے ہی باہر نکلنے کا موقع نہیں مل رہا، ہر طرف اخلاقی بے راہروی کا دور دورہ ہے، سچائی اور صداقت اپنے شناسا افراد کو تلاش کرتے کرتے مایوسی کا شکار ہو رہی ہے، ایسے میں اس طرز کی کتب کا سامنے آنا نعمتِ خداوندی سے کم نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کے مطالعے سے اگر کسی ایک نوجوان کا فکری قبلمہ درست ہو جائے یا کسی ایک فرد کے عقیدے و عمل میں صداقت و سچائی پیدا ہو گئی تو صاحب کتاب کی محنت برد آئے گی اور یوں چراغ سے چراغ جلنے کی روایت نہ صرف زندہ ہو جائے گی بلکہ آہستہ آہستہ تقویت بھی پکڑے گی۔ صوفیاء کا زمانہ سلف سے یہی طریقہ کار رہا ہے۔ جس کی آبیاری میاں نعیم انور چشتی نظامی کر رہے ہیں۔ اس کتاب کی مبارکباد کے ساتھ ساتھ میری دعا ہے کہ:

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

پروفیسر رانا لطیف اطہر

زیب آستانہ دربار چشتیہ نظامیہ کمانوالہ شریف سیالکوٹ

ڈپٹی چیف رپورٹری نیشن ٹیوزائیکس چیف رپورٹر پاکستان ٹائمز

جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اور جس معاشرہ میں ہم رہ رہے ہیں اس میں اعلیٰ انسانی اقدار کی بے قدری کبھی اتنے عروج پر نہ تھی۔ جتنی آج ہے بدترین نفس پرستی اور مادیت پرستی نے شرف انسانی کو گھنا دیا ہے۔ اور ہمارا معاشرہ بحیثیت مجموعی انحطاط پذیر ہے۔ ایسے ماحول میں تاریخ کے گم گشتہ اوراق سے روشنی اور ہدایت کے میناروں کو از سر نو منصف شہود پر لانا اور ان سے ظلمت اور اندھیروں کو دور کرنے کی کوشش بلاشبہ ایک عظیم کام ہے۔ جو ایک مرد مجاہد سے سرزد ہو رہا ہے سلسلہ قادریہ کے عظیم روحانی بزرگ حضرت شیخ سید داؤد بندگی کرمانی شیر گڑھ شریف کی حیات طیبہ پر ایک مستند تصنیف اس کارہائے نمایاں کی کڑی ہے۔ ان کے تذکرہ اور تعلیمات کو آسان پیرائے میں لکھنا درکار تھا۔ جو کہ بحسن و خوبی انجام پایا اور ان اہل تصوف کے مناقب کا معتبر ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کی ایک ہزار سالہ تاریخ اور ان کے احوال و آثار کا گہرا مطالعہ بھی ایک دقیق کام ہے۔ جس کے بغیر یہ کام معتبر نہیں ہوتا۔ میاں نعیم انور چشتی اس سلسلے میں بڑی احتیاط سے حقائق کو مد نظر رکھ کر یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں کیونکہ ان بڑے لوگوں پر لکھنے کے لیے تحقیق کا ہونا از حد ضروری ہے۔ اور وہ بغیر تحقیق کے نہیں لکھتے یہی فن مہارت ان کی تحریر کو خوبصورت اور جامع بناتا ہے۔ اس کتاب آئینہ داؤدی میں دیگر مشائخ قادریہ کی مختصر سرگذشت اور آئمہ اہل بیت اطہار کا ذکر بھی بڑی خوبصورتی سے کیا گیا ہے۔ جس سے قاری حضرات کو یہ احساس دلاتا ہے۔ کہ تقویٰ و طہارت ہی تصوف کی اصل ہے اور ایثار و قربانی کا

چند بہی شرف انسانی کی اعلیٰ اقدار ہیں۔

یہی اس کتاب کا درس ہے۔ اور یہ بڑا احسن اقدام ہے مؤلف کتاب نے اس کام کو بڑی مہارت اور چند بہ خدمت سے سرانجام دیا ہے۔ نئی نسل کی توجہ مادہ پرستی کی وجہ سے لٹریچر کی بجائے کامرس، سائنس، آئی ٹی اور دیگر دوسرے علوم کی طرف ہے۔ مؤلف نے آسان فہم پیرائے میں اس کتاب کو تحریر کر کے نوجوان نسل کے لیے اپنا پیغام آسان کر دیا ہے اور دوسرے لکھنے والوں کے لیے بھی ایک مثال قائم کی ہے ان کی اس طرز تحریر کی یہ پہلی کتاب نہیں اس سے پہلے بھی وہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح پر مبنی شہرہ آفاق تصنیف آئینہ معرفت کے نام سے تحریر کر کے پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔

میاں نعیم انور چشتی نظامی اپنے شیخ طریقت خواجہ سائیں محمد صدیق محبت النبی علیہ الرحمۃ کے فیض یافتہ ہیں۔

راہ طلب میں جذبہ کامل ہو جس کے ساتھ
خود اس کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھی

کے مصداق وہ اپنی منزل کی طرف بڑھتے ہی جا رہے ہیں اور شاہکار کتب تخلیق کرتے چلے جا رہے ہیں۔ آئینہ داؤدی اپنے فیوض و برکات کے اعتبار سے اہل دل کے لیے ایک تحفہ ہے۔ اس کتاب کے قاری اپنے اسلاف کے کارناموں کی روشنی میں عصر حاضر کی دیگر کون صورت حال کا جائزہ لیکر اپنی اور معاشرے کی اصلاح کا باعث بن سکتے ہیں۔

مؤلف کتاب ہذا کی خدمات خالص اخلاص پر مبنی ہیں۔ کیونکہ وہ ہر قسم کے ذاتی، سیاسی، تجارتی اور سماجی مفاد سے بے نیاز ہیں وہ صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی اور بزرگان دین کی نگاہ لطف و کرم کے منتہی ہیں اور اپنے جسم و جان کی توانائیاں صرف کرتے ہیں جو یقیناً انہیں اجر عظیم عطا کریں گی۔ آمین

الہی خیر گردانی بحق شاہ جیلانی

امیر المومنین سیدنا امام حسن مجتبیٰ بن علی ابن ابی طالب

آل سرور سینہ مرتضیٰ قرۃ العین فاطمۃ الزہرہ

سید اہل الارض و اسماء امام الائمہ

ابو محمد حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ آئمہ اہل بیت اطہار کے دوسرے امام ہیں۔ آپ کی ولادت با کرامت بروز سہ شنبہ چندرہ رمضان المبارک سنہ ۳ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی کنیت ابو محمد لقب تقی اور سید (یعنی سردار) ہے عاشق جاودانی مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ نے شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ آپ کی ولادت با سعادت پر حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے ایک سبز رنگ کے ریشمی ٹکڑے پر طلائی حروف سے لکھا ہوا نام حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ اس فرزند ولید کا نام امام حسن رکھا جائے۔

مراۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے آغوش نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں پرورش پائی سیدنا مخدوم علی ہجویری نے لکھا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت وہ ہیں جو طہارت ازلی کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان میں سے ہر فرد صاحب اقتدار اور جوہر و سخا کا مظہر ہے صوفیا کے تمام سلاسل ان ہی کے قدم پر ہیں بالخصوص سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جو طریقت میں بلند مرتبہ تھے وہ حقائق و معارف الہیہ میں بڑے فوق لطیف کے حامل تھے۔ یہاں تک کہ آپ لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے۔

علیکم بحفظ السرائر کان اللہ مطلع علی الضمائر

باطنی اسرار کی حفاظت تم پر فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مافی الضمیر سے آگاہ ہے شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سینہ مبارک سے لیکر سر مبارک تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھے۔ ایک دن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو

کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور قسم کھا کر کہہ رہے تھے کہ آپ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بالکل ہم شکل ہیں۔ یہ کہہ رہے تھے اور زتبہسم فرما رہے تھے۔

امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلاسل طریقت کے پیشوا ہیں علوم حقائق کی مشکلات کے حل کے لیے فرماتے ہیں کہ ایک دن سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے دولت کدہ کے دروازہ پر تشریف فرما تھے ایک اعرابی (دیہاتی) آیا اور امام موصوف کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا وہ بیہودہ کوئی سے گفتگو کر رہا تھا عین اسوقت جب میں اُس کی گردن دوپٹے لگا۔ اتنے میں سید الخباب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خادم سے فرمایا ایک تھیلا چاندی کا لا کر اس اعرابی کو دے دو خادم نے چاندی کا تھیلا لا کر اُسے دے دیا۔ تب صبر و رضا کے سردار امام پاک نے فرمایا اے جوان معاف کرنا اسوقت گھر میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے ورنہ دریغ نہ کرتا۔ وہ اعرابی یہ سن کر آپ کے قدموں سے لپٹ گیا۔ اور کہا

اشہد انک ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں کو ابی دیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ہو۔ میں تو آپ کا صبر و تحمل اور بردباری کا مشاہدہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے سنا ہے اہل بیت اطہار کے لیے مخلوق کی مدح اور مذمت یکساں ہوتی ہے نہ وہ تعریف پر خوش ہوتے ہیں اور نہ برا بھلا کہنے پر ناراض ہوتے۔ میں اعلان کرتا ہوں بالیقین آپ خلق خدا میں سب سے اعلیٰ اوصاف کے مالک ہیں اور خاتوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خیر ہیں۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پا پیادہ کئے۔ ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت حسن آپ کی کوہ مبارک میں تھے فرمایا میرا یہ بیٹا سید ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کی وساطت سے امت کے دو بڑے گروہوں کو قتال سے

محفوظ رکھے گا ۴۰ھ میں امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد امام حسن مجتبیٰ مسند خلافت پر متمکن ہوئے اُسی روز چالیس ہزار لوگوں نے آپ سے بیعت کی آپ نے قیس بن سعد بن عبادہ کو بارہ ہزار کا لشکر دے کر شام کی طرف روانہ کیا جہاں امیر معاویہ اور اُن کے ساتھیوں نے آپ کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور طرح طرح کی سازشیں ہو رہی تھیں۔ جاثاران علی اور فرقہ معاویہ کے درمیان اختلافات شدید ہو گئے۔ اس صورت حال کا بغور جائزہ لینے کے بعد امیر المومنین سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اُمت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور قتل و غارت کو نامناسب سمجھتے ہوئے بار خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ اور امت ایک بڑے نقصان سے محفوظ رہی کیونکہ آپ سلیم الفطرت تھے امیر معاویہ کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ اور چند شرائط کے ساتھ ایک عہد نامہ لکھ دیا اور یوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان پورا ہوا جو آپ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں دو گروہوں کے درمیان صلح کی نوید سنائی تھی۔

مولانا جامی علیہ الرحمۃ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امام حسن رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے۔ جب رات کا ایک پہر گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اب اپنی والدہ سیدۃ النساء سلام اللہ علیہا کے پاس چلے جاؤ۔ ابو ہریرہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات اندھیری ہے حکم ہو تو میں حسن کے ساتھ چلا جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں میرا بیٹا اکیلا ہی جائے گا۔ چنانچہ آسمان سے ایک روشنی نمودار ہوئی اور امام حسن رضی اللہ عنہ اس روشنی میں اپنے گھر پہنچ گئے۔

یہ بھی روایت ہے کہ خلافت امیر معاویہ کے دوران اس نے چاہا کہ اپنے بیٹے یزید پلید کو اپنا جانشین مقرر کر دے لیکن باہمی صلح کے شرائط نامہ کے ہوتے ہوئے ایسا نہ ہو

سکا تا وقتیکہ امام حسن رضی اللہ عنہ زندہ رہے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ تک خلافت کی۔ اور آقا کریم روف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی پورا ہوا کہ میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی۔ جب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سنبھالی تو اس وقت خلافت راشدہ کو اُنتیس برس چھ ماہ ہو چکے تھے۔ ٹھیک چھ ماہ بعد جب آپ خلافت سے دستبردار ہوئے تو تیس سال کامل مکمل ہوئے۔

مولانا جامی کہتے ہیں کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو ان کی اہلیہ جعد بنت اشعث نے جن کو اسما بنت اشعث ہی کہتے ہیں بعض مخالفین کی سازش سے زہر دیا تو آپ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو طلب کیا۔ اور امانت اُن کے سپرد کی اُس وقت سید الشہداء امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے فرمایا آپ مجھے آگاہ کریں کہ آپ کو زہر کس نے دیا ہے تاکہ میں اُسے قصاص میں قتل کروں آپ بار بار اسرار کر رہے تھے۔ اے جان حسین مجھے بتاؤ کہ زہر دینے والا کون ہے۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میرا قاتل وہی ہے جس پر مجھے شک ہے تو خالق حقیقی اُس سے ضرور انتقام لے گا۔ اور اگر وہ نہیں ہے تو میں بے گناہ کسی کو قتل کرانے پر تیار نہیں۔

پھر فرمایا خدا کی قسم حسن کی جان تو دستِ قدرت میں ہے قیامت کے دن مجھے انتقام لینے پر مامور کیا جائے گا لیکن میں اپنے قاتل کو رسوائی سے بچاؤں گا۔ اور اسے معاف کر دوں گا۔ کہ حسن معاف کرنے والوں سے ہے آپ نے اوائل ماہ ربیع الاول ۴۰ھ میں شہادت پائی اور آپ کا روضہ جنت البقیع میں ہے آپ نے سننا بیس سال عمر مبارک پائی۔ آپ کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔

اللہم صلی علی محمد وآلہ وبارک وسلم

حضرت امام ابو جعفر محمد تقی بن امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آں غریق بحر وصال شاہد تجلیات ذوالجلال

حضرت امام ابو جعفر محمد تقی الجواد رضی اللہ عنہ آئمہ اہل بیت اطہار کے نویں امام ہیں۔ آپ کا اسم گرامی محمد ہے اور آپ کی کنیت اور نام امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے موافق ہے اسی وجہ سے آپ کو ابو جعفر ثانی کہتے ہیں۔ آپ کے القاب تقی۔ جواد ہیں مراۃ الاسرار میں آپ کی ولادت 11 رجب 197ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی جبکہ سفینۃ الاولیاء میں آپ کی ولادت 10 رجب 195ھ کو ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام خیزران یاریحانہ تھا اور بعض روایات میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھیں۔

صاحب شواہد النبوت نے لکھا ہے کہ سعید ماں کے پیٹ میں سعید ہوتا ہے۔ آپ نے صغیر سنی میں ہی علم و فضل اور کمالات میں اتنی ترقی کر لی تھی کہ اس زمانہ میں ایسے ظاہری اور باطنی کمالات کسی اور کو حاصل نہ تھے۔

جب آپ کی عمر مبارک گیارہ سال تھی تو اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ بغداد کے ایک کوچے میں کھڑے تھے۔ اتفاق سے خلیفہ مامون الرشید شکار پر جاتے ہوئے اسی کوچے سے گذرا۔ تو شاہی سواری دیکھ کر دوسرے نوجوان بھاگ گئے۔ مگر آپ وہیں کھڑے رہے۔ مامون نے یہ دیکھا تو اپنے گھوڑے کو روک کر پوچھا کہ دوسرے لڑکے بھاگ گئے اور تم کیوں کھڑے ہو۔ امام موصوف نے بدستہ جواب دیا۔ امیر المؤمنین راستہ کافی کشادہ ہے تنگ نہیں ہے جو میرے چلے جانے سے اس کی گنجائش بڑھ جائے۔

ویسے بھی میں نے کوئی جرم نہیں کیا جو راہ فرار اختیار کروں اور آپ بھی بلا عذر کسی

کو تکلیف نہیں پہنچاتے۔

مامون آپ کی معصومانہ گفتگو سن کر اور جمال حیدری دیکھ کر متاثر ہوا۔ اس نے پوچھا فرزند تمہارا نام کیا ہے آپ نے فرمایا محمد اس نے پھر پوچھا تمہارے والد کا کیا نام ہے۔ آپ نے فرمایا امام علی رضا رضی اللہ عنہ یہ سن کر مامون الرشید نے خجالت سی محسوس کی کیونکہ اُسی نے امام علی رضا کو شہید کر دیا تھا۔ اُس نے اس رسوائی کا داغ دھونے کے لیے اپنی بیٹی ام فضل کو آپ کے عقد نکاح میں دے دیا۔ اور مدینہ منورہ روانہ کر دیا اور ہر سال ایک ہزار دینار بھیجا کرتا تھا۔

اس سفر میں امام محمد تقی رضی اللہ عنہ جب کوفہ پہنچے تو ایک مسجد میں قیام فرمایا۔ اور ایک کوزہ پانی کا منگوا کر ایک پیری کے درخت کے نیچے وضو کیا یہ درخت مسجد کے صحن میں تھا اور بار آور نہ تھا۔ آپ نماز مغرب ادا کر کے اسی درخت کے نیچے شریف فرما ہوئے۔ آپ کے وضو کے پانی کی برکت سے وہ اُسی وقت بار آور ہو گیا لوگ یہ دیکھ کر حیران ہوئے اور انہوں نے تازہ موہر تبرک کے طور پر حاصل کیا کہ اچانک یہ درخت بار آور کیسے ہو گیا۔ صبح آپ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو لوگ دیوانہ وار آپ کو رخصت کرنے آئے خانوادہ نبوت کے چراغ اس کی روشنی سے بیچانے جاتے ہیں۔

یہ بھی اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک دن آپ کی خدمت میں ایک شخص آ یا اور عرض کیا کہ فلاں نیک انسان نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور آپ کے جسم کا لباس مانگا ہے تاکہ اپنا کفن بنا سکے آپ نے فرمایا جاؤ اب اس شخص کو میرے لباس کی ضرورت نہیں۔ اگر چہ امام کے اس جواب سے وہ شخص کچھ نہ سمجھ سکا۔ جب اُس نے شہر کا رخ کیا تو پتہ چلا وہ شخص کئی دن پہلے واصل حق ہو چکا ہے اور اسے دفن کر دیا گیا ہے۔

ایک مرتبہ آپ کے احباب میں سے ایک شخص نے سفر کی تیاری کر لی اور آپ

کے پاس سلام الوداع کہنے آیا آپ نے فرمایا آج جانے کا دن نہیں ہے اس لئے آج کا دن ٹھہر جائیگا وہ شخص اُس دن سفر پر روانہ ہونے کے لیے بے ہوش ہوا اور چلا گیا۔ رات کو جب ایک جگہ قیام کے لیے ٹھہرا۔ تو رات اس قدر بارش ہوئی کہ سیلاب آ گیا اور وہ اُسی وقت ہلاک ہو گیا۔

جب خلیفہ مامون الرشید کا انتقال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تیس ماہ بعد میرا انتقال ہوگا چنانچہ ٹھیک تیس ماہ بعد آپ کا وصال ہوا۔

مراۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ امام محمد تقی الجواد رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک چھ ذوالحجہ 220ھ میں ہوا اُس وقت آپ کی عمر مبارک پچیس سال تھی اور خلیفہ معتمد باللہ کی حکومت تھی بعض مورخین لکھتے ہیں کہ خلیفہ معتمد باللہ نے آپ کو زہر دلو کر شہید کیا۔ آپ کا مرقد منور بغداد شریف میں اپنے جدا امجد امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس کے پاس ہے امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی جبکہ حبیب الیستر کے مطابق دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔

خدا رحمت کند ایسے عاشقان پاکِ طہیّت را

اللہم صلی علی محمد وآلہ وبارک وسلم

حضرت امام موصوف آفتاب والائیت ماہتاب راہ ہدایت شیخ داؤد بندگی قادری

کرمانی قدس اللہ سرہ العزیز کے جدا اعلیٰ ہیں۔

غوث العالمین سید الصالحین امام الوعظین سند الوصلین شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبدالقادر الحسینی والحسینی الجیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۶۱ھ

۴۷۱ھ

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد اجداد سے آئمہ مطہرین اور اولیائے کاملین کا بکثرت ہونا اور ہر زمانہ میں اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی اور دہنگیری کرنا خاندان رسالت کا نسب افتخار چلا آ رہا ہے اسی عالی نسب کے بطل جلیل اور رہبر عظیم جنہوں نے احیائے دین کے سلسلے میں دین اسلام کو ایک مثالی شکل میں مریض پاکر حیات نو بخشی اور چار دانگ عالم میں محی الدین کے لقب سے ولایت عظیمہ کے اعزاز سے سرفراز ہوئے اور غوث العالمین کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے یہ وہ مقام ولایت ہے جہاں کامل ترین اولیائے متقدمین اور متاثرین کو بھی رسائی نہ ہوئی۔

شیخ سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام کاملین و عارفین زاہدین و عابدین کے سردار ہیں۔ اکابر سلف و صالحین اور علماء محدثین کی ایک کثیر تعداد نے ہر دور میں آپ کے مناقب و فضائل تحریر کیے ہیں۔

صاحب اخبار الاخیار نے لکھا ہے آپ اہل بیت اطہار میں بڑی بزرگی کے مالک ہیں اور سادات حسینیہ میں نسب اعتبار سے آپ عبداللہ محض بن حسن ثنی بن حسن بن علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اولاد میں کامل ترین ولی اللہ ہیں آپ کی ولادت باسعادت کیم

رمضان المبارک ۴۷ھ میں قصبہ جیل جیلان یا گیلان میں ہوئی اور نوے برس کی عمر مبارک میں اس آفتاب رشد و ہدایت نے گیارہ ربیع الثانی اور بعض روایات کے مطابق آٹھ یا نو ربیع الثانی ۵۶ھ میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ فرمایا۔

حضور غوث العالمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اوائل عمری میں ہی تمام علوم پر آفاقی دسترس حاصل کر لی تھی۔ ابتداء میں ہی آپ نے سالہا سال جنگلوں اور پہاڑوں میں سخت ریاضت اور مجاہدے کیئے۔ اور کئی سال تک جنگلی پھلوں پر گزارہ کیا۔ فرماتے ہیں جب میں جنگلوں بیابانوں اور صحراؤں میں سخت ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول تھا تو سوائے رب ذوالجلال کے اور کوئی نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ میں صحرا نور دی کر رہا تھا تو کئی دن سے پیاسا تھا۔ اور شدت پیاس سے جان لبوں تک آگئی۔ اتنے میں ایک بادل کا ٹکڑا آیا اس نے مجھ پر سایہ کیا پھر اس سے پانی کے قطرے پچکے جو میں نے پی لیے اور تسکین ہوئی۔ آپ تینتیس سال تک درس و تدریس اور فتویٰ دیتے رہے اور چالیس سال خلق خدا کی رشد و ہدایت اور وعظ و نصیحت میں گزارے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ علامات قدرت و امارت دلائل خصوصیت اور براہین کرامت آفتاب نصف النہار سے زیادہ واضح اور ظاہر فرمائے۔ اور بخشش کے خزانوں کی کنجیاں اور تصرفات و جود کی لگا میں آپ کے قبضہ اقتدار و دست کے اختیار کے سپرد فرمائیں۔ مخلوق کے دلوں کو آپ کی عظمت و ہیبت کے سامنے سرنگوں کر دیا۔

کوئم زکمال توچہ غوث الثقلینا

محبوب خدا ابن حسن آل حسینا

سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے حضور محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کو فر قد مبارک شیخ ابو سعید مخزومی قدس سرہ العزیز سے مرحمت ہوا اور آپ کے پیر صحبت شیخ حماد عباس قدس اللہ سرہ

ہیں۔ اور آپ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مذہب پر ہیں شیخ بقائی بن بطو علیہ الرحمۃ کہتے ہیں ایک دن میں اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مقدس مزار کی زیارت کے لیے گئے۔ میں نے دیکھا حضرت امام صاحب اپنے مزار سے باہر تشریف لائے اور حضور غوث العالمین کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا شروع زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے حکم فرما رہے ہیں اے عبدالقادر وعظ کہنا شروع کرو۔ میں نے عرض کیا۔ آقا میں تو عجمی ہوں اور عراق میں فصاحت اور بلاغت والے وعظوں کی موجودگی میں کیا وعظ کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر میرے جد اعلیٰ نے باری باری اپنا لعاب ذہن میرے منہ میں ڈالا۔ بس میرے لیے ابواب سخن کھل گئے۔ مشائخ سے منقول ہے کہ جب حضور غوث العالمین نے وعظ کہنا شروع کیا تو آپ کی بلاغت کا چہ چا عراق سے نکل کر مشرق و مغرب تک ہوا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی مجلس میں کم و بیش ستر ہزار لوگ موجود ہوتے جب آپ منبر پر تشریف لاتے تو مختلف علوم کا بیان فرماتے تمام حاضرین آپ کی ہیبت وعظمت کے سامنے ہت بن جاتے۔ ایک مرتبہ دوران وعظ آپ نے فرمایا۔ اب قال ختم ہوا اور اب ہم حال کی طرف مائل ہوتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فرمایا اس کلمہ طیبہ کا ادا ہونا تھا کہ مجلس میں ایسی کیفیت طاری ہو گئی کہ لوگوں میں اضطراب و جدو حال کا یہ عالم تھا کہ کوئی گریہ زاری کرتا اور کوئی گریبان چاک کر کے جنگل کی راہ لیتا تھا۔ اور کوئی بے ہوش ہو کر اپنی جان دے دیتا۔ یہ بھی معمول تھا کہ آپ کی مجلس وعظ میں شوق و ہیبت تصرف وعظمت وجلال کے باعث کئی جنازے اُٹھتے تھے اور آپ کی مجلس میں چار سو علماء مشائخ اور طالبان حق قلم اور دوات لیکر بیٹھتے جو کچھ آپ فرماتے وہ لکھ لیتے۔

یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ایک مرتبہ جامع مسجد میں حضور غوث العالمین رضی اللہ عنہ کو چھینک آئی تو لوگوں نے یہ حکم اللہ اور رحم ربک۔ کی آوازیں بلند کیں۔ اور شور برپا ہوا خلیفہ وقت مستجد باللہ جو محراب کے قریب بیٹھا ہوا تھا نے پریشان ہو کر دریافت کیا یہ شور کیسا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا شیخ عبدالقادر محبوب سبحانی کو چھنک آئی ہے اور لوگوں نے دعا دی ہے۔ ایک دن مجلس میں ایک قاری نے ایک آیت تلاوت کی آپ نے اس آیت کریمہ کی ایک تفسیر پھر دوسری تفسیر پھر تیسری اس طرح آپ نے گیارہ تفسیریں بیان فرمائیں۔ پھر دوسری تفاسیر کو شروع کیا حتیٰ کہ چالیس تفسیریں بیان فرمائیں اور ہر تفسیر کی سند متصل اور ایسی تفصیل بیان فرمائی کہ اہل مجلس جن میں عراق کے بڑے بڑے مامدار علماء اور صلحا بیٹھے تھے غرق حیرت و تعجب ہوئے۔

منقول ہے کہ آپ کی مجلس وعظ میں رجال الغیب جنات ملائکہ اور ارواح مقدسہ بھی موجود ہوتیں اور ہزاروں لوگوں کا اجتماع ہوتا پہلی صف اور آخری صف میں بیٹھنے والوں تک یکساں آپ کی آواز پہنچتی۔ ایک دن آپ کی مجلس وعظ میں عراق کے سومشاخ عظام بھی حاضر تھے جن میں شیخ ابوالنجیب سہروردی شیخ شہاب الدین سہروردی خواجگان نقشبندیہ کے سردار خواجہ ابو یوسف ہمدانی۔ شیخ علی ہبتی۔ شیخ ابوسعید قیلوی۔ شیخ بقائی بن بطور رحمہم اللہ تعالیٰ اور دیگر مشائخ کبار اور اولیاء کرام بھی اس مجلس میں حاضر تھے حضور غوث العالمین شاہ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز تھے۔ اور انجہائی مبلغ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ دوران خطبہ آپ نے مامور من اللہ ہو کر ارشاد فرمایا۔

قلمی هذه علی رقبۃ کل ولی اللہ

میرا قدم روئے زمین کے تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔

آپ کا یہ نزالی شان والا فرمان سن کر تمام حاضرین نے اپنی گردنیں جھکا لیں۔ جلیل القدر عارف باللہ شیخ علی ہیتی علیہ الرحمۃ اٹھے منبر کے قریب آئے اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک اٹھا کر اپنی گردن پر رکھا اور آپ کے دامن کے نیچے سے ہو کر نکلے۔ حضرت کا یہ فرمان تمام قریب و بعید مشرق و مغرب تک کرہ ارض پر موجود اولیاء اللہ نے ملاحظہ کیا۔ اور اپنی گردنیں جھکا لیں۔ سفیدۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ شیخ ابوسعید قیلوی کا بیان ہے کہ جس وقت آپ یہ کلام فرما رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب صافی پر تجلی ڈالی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس ملائکہ کی ایک جماعت کے جلو میں صالحین کی ارواح اور تمام اولیاء اللہ کے سامنے تشریف فرما ہوئے حضور غوث العالمین کو اقلیم و الامت کی خلعت پہنائی اور چہار سو ملائکہ و رجال الغیب کی جماعت آپ کو اپنے جلو میں لیے ہوئے تھے اور فضا میں صفیں باندھے ہوئے سب حاضر تھے۔ زمین پر کوئی ایسا ولی نہ تھا جس نے اپنی گردن کو آپ کے رُوبرو خم نہ کیا ہو۔

چوں محمد در میان انبیاء غوث الاعظم در میان اولیاء

بجۃ الاسرار اور مہر منیر میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اتمیری ادام اللہ تقوہ ان دنوں خراساں کے پہاڑوں میں مجاہدات اور ریاضات میں مشغول تھے آپ نے بھی حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد گرامی سن کر اپنی گردن کو اس قدر خم کیا کہ پیشانی مبارک زمین کو چھونے لگی اور فرمایا قد ماک علی راسی و عینی آپ کے دونوں قدم میرے سر آنکھوں پر ہوں۔ حضور غوث الاعظم نے اس اظہار نیاز سے خوش ہو کر برسر مجلس فرمایا سید غیاث الدین کے صاحبزادے نے گردن جھکانے میں سبقت کی عنقریب ولامت ہند سے ہر فراز کیے جائیں گے۔

چنانچہ چاروں سلاسل طریقت حضور غوث العالمین کے فیض سے مستفیض ہیں۔

تحتہ القادر یہ میں لکھا ہے شیخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ طریقت کے بادشاہ اور موجودات میں تعارف کرنے والے تھے اور منجانب اللہ آپ کو کرامات پر تعارف کا ہمیشہ اختیار حاصل رہا۔ پھر فرمایا کہ حضرت غوث العالمین ایک دن منبر پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے ہر ولی ایک نبی کے قدم پر ہوتا ہے الحمد للہ میں اپنے جد اعلیٰ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوں اور میں نے ہر اس جگہ قدم رکھا جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم رکھا سوائے قدم نبوت کے اس لیے کہ یہ مرتبہ خاص انبیاء علیہم السلام کا ہے۔

چنانچہ آپ کی ذات گرامی قطب وقت سلطان الوجود امام الصدیقین حمید العارفین روح معرفت قلب وحقیقت خلیفۃ اللہ فی الارض وارث کتاب سلطان الطریق اور متفرق فی الوجود تھی۔

امام عبداللہ یا فقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ کی کرامات حد تو اتر تک پہنچ گئیں اور سب کو اس کا علم ہے کہ دنیا کے کسی شیخ میں ایسی کرامات نہیں پائی جاتیں۔

حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا کرتے رہے اور آپ عالی مرتبت اور جلیل القدر وسیع العلم اور شان و شوکت کے باوجود غرہا اور مساکین کے ساتھ بڑی تواضع سے پیش آتے بڑوں کے ساتھ عزت اور چھوٹوں کے ساتھ بڑی شفقت فرماتے۔ لوگوں کی لغزشوں سے درگزر فرماتے۔ بہت سے مشائخ کا قول ہے کہ آپ بڑے وسیع الاخلاق بارونق پاکیزہ اوصاف اور بڑے شرمیلے انتہائی شفیق اور مہربان تھے۔ مظلوموں کی فراخ دلی سے دادرسی فرماتے۔

سخیۃ الاولیاء میں درج ہے کہ حضرت غوث العالمین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو مسلمان میرے مدرسہ میں آیا۔ اور اس نے میری زیارت کی بفضل تعالیٰ اس پر عذاب قبر

اور عذاب قیامت میں تخفیف ہوگی۔

صاحب اقتباس الانوار نے لکھا ہے کہ جس کو بھی ظاہری باطنی فیض حاصل ہوا۔ سیدنا غوث الاعظم کی وساطت سے ہوا خواہ اسے معلوم ہو یا نہ ہو۔ کوئی ولی آپ کی مہر ولایت کے بغیر منظور اور معتبر نہیں ہو سکتا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو وہ مقام ولایت عطا فرمایا ہے کہ تمام تصرفات کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں دے دی گئی ہے۔ آپ جسے چاہیں منصب عطا فرمائیں اور جسے چاہیں معزول فرمادیں۔

آپ سے جو کرامات ظہور پذیر ہوئیں۔ اُن کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ اُن کے تحریر کرنے کے لیے الگ دفتر درکار ہے آپ کے رفیع الشان منصب ولایت کا اندازہ ایک کرامت سے ہی آشکار ہو جاتا ہے۔

شہزادہ محمد داراشکوہ قادری شفیقہ الاولیا میں لکھتے ہیں

ایک شخص حضور غوث العالمین کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے اور اس کو میں نے خواب میں دیکھا اور انہوں نے کہا کہ مجھے قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے تم حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جا کر میرے لیے دعا کی درخواست کرو آپ نے فرمایا کیا وہ کبھی میرے مدرسہ میں آیا ہے اس نے عرض کیا بیشک آپ خاموش ہو گئے دوسرے دن وہ شخص پھر حاضر خدمت ہوا عرض کیا کہ رات کو میں نے اپنے والد کو خواب میں خوش دیکھا ہے اور وہ سبز لباس پہنے ہوئے تھے اور فرماتے تھے کہ عذاب قبر مجھ سے دور کر دیا گیا ہے اور یہ سبز لباس مجھے حضرت غوث الاعظم کی برکت سے عطا ہوا ہے تم ہمیشہ حضرت کی خدمت میں حاضری دیتے رہنا۔ کس قدر خوش نصیب ہیں وہ آنکھیں جنہوں نے آپ کا دیدار کیا اور کتنی سعادت ہے ان سماعتوں کی جنہوں نے آپ کا وعظ و النشین سنا اور کیسا نیک نصیب ہے وہ شخص جو آپ کے مدرسہ میں آیا: حضرت غوث

الاعظم و بکیر کار و خدمت پھر بغداد شریف میں ہے آپ کا سالانہ عرس مبارک 11 ربیع الثانی کو تمام جہان میں تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ سارے سلاسل طریقت کے وابستگان آپ کے ساتھ عقیدت اور ارادت کا اظہار کرنا باعث صد افتخار سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ حضور غوث العالمین کے چشمہ فیض سے مؤلف کتاب ہذا کو بھی ایک قطرہ عطا فرمائے۔

عالی مرتبت اولیاء اللہ کا منظوم خراج عقیدت

بکضور سیدنا غوث العالمین رضی اللہ عنہ

حضور خواجہ غریب نواز اجمیریؒ

یا غوث معظم نور ہدی مختار نبی مختار خدا
سلطان دو عالم قطب علی حیران جلالت ارض و سما
در صدق ہمہ صدیق و شی اور عدل عدالت چو عمری
اے کان حیا عثمان منشی مانند علی باجود و سخا

غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانیؒ

گویم زکمال توچہ غوث الثقلینا
محبوب خدا ابن حسن آلِ حسینا
سرور قدمت جملہ نہادند و بگفتند
تا اللہ لقد اشرک اللہ علینا

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

قبلہ اہل صفا حضرت غوثِ اشدقین
 دستگیرِ ہمہ جا حضرت غوثِ اشدقین
 خاکپائے تو بود روشنی اہل نظر
 دیدہ رابخش ضیا حضرت غوثِ اشدقین

حضرت شاہ خیر الدین ابوالمعالیؒ

گر کسے واللہ بعالم از می عرفانی است
 از طفیل شاہ عبدالقادر گیلانی است

شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ

غوث	الاعظم	دلیل	راہ	یقین
ہ	یقین	رہبر	اکابر	دین
اوست	در	جملہ	اولیاء	ممتاز
چوں	پیہر	در	انبیاء	ممتاز

مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیریؒ
 من آدم بہ پیش تو سلطان عاشقاں
 ذات تو ہست قبلہ ایمان عاشقاں
 در ہر دو کون جز تو کسے نیست دہگیر
 دستم بگیر از کرم اے جان عاشقاں

خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ

بادشاہ ہر دو عالم شیخ عبدالقادر است
 سرور اولاد آدم شیخ عبدالقادر است

خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ کا یہ نذرانہ عقیدت
 حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس کے
 داخلی دروازہ پر جلی حروف سے لکھا ہوا تھا۔ اب از سر نو
 تزئین و آرائش کے باعث نہیں ہے

حضرت غوث اعظم کے زریں اقوال

- (1) اگر حقیقی کامیابی چاہتے ہو تو اپنے رب کی اطاعت میں نفس کی مخالفت کرو۔
 - (2) اے مالدار اپنی دولت کی بنا پر آنے والے کل کو نہ دیکھ ہو سکتا ہے کل آئے اور تو محتاج ہو۔
 - (3) اگر تم متقی اور صاحب یقین بننا چاہتے ہو تو صبر پر کاربند رہو کیونکہ صبر ہر بھلائی کی بنیاد ہے۔
 - (4) پہلے اپنے آپ کو نصیحت کرو پھر دوسروں کو
 - (5) تم اندھے ہو کر دوسروں کی رہنمائی کس طرح کر سکتے ہو۔ لوگوں کی رہنمائی تو صاحب بصیرت ہی کر سکتا ہے۔
 - (6) بڑوں کی صحبت تمہیں نیکیوں کے ساتھ بدگمانی میں مبتلا کر دے گی۔
 - (7) حرام روزی سے سے دل مردہ ہو جاتا ہے جبکہ رزق حلال سے دل کو زندگی ملتی ہے۔
 - (8) دنیا داروں کے ساتھ بے نیازی اور خود داری سے پیش آؤ جبکہ درویشوں کے ساتھ عجز و انکسار سے
- وہ زبان زد عام القابات جو صرف آپ ہی کے ہے مخصوص ہیں۔
- غوث اعظم، غوث پاک، پیران پیر، دنگیر، محبوب سبحانی، شاہ جیلاں، غوث صدیقی
- میراں محی الدین، غوث الثقلین، ہر کار بغداد گیا رہویں والے پیر، شہنشاہ بغداد

رشد و ہدایت کے اس سرچشمہ کی تالیفات و تصنیفات

غنیۃ الطالبین

الفتح ربانی فیوض یزدانی

فتوح الغیب

تحفۃ المہتدین و سبیل العارفین

الکبریۃ الاحمر

معراج لطیف المعانی

مراتب الوجود

سر الاسرار

الرسالۃ الغوثیہ

آداب السلوک

ان میں غنیۃ الطالبین اور الفتح ربانی کو شہرت تامہ حاصل ہے۔ جن

سے تمام مکتب فکر کے لوگ استفادہ حاصل کرتے ہیں۔

مخدوم شیخ عبدالقادر ثانی قدس اللہ سرہ العزیز

۹۲۰ھ

۸۶۲ھ

اخبار الاخبار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں مخدوم شیخ عبدالقادر ثانی فرزند ولید شیخ محمد حسنی جیلانی کے تھے اور حضرت مخدوم حقیقی جانشین پیر دہلیگیری الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے تھے۔

حضرت مخدوم جب اوج شریف میں سجادہ مشنیت پر رونق افروز ہوئے تو آپ کی ولایت و عنایت کا شہرہ دوروز و یک ہوا۔ خلق خدا جوق در جوق آپ کے در دولت پر حاضر ہوتی۔ آپ بڑے بلند پایہ عالی مقام صاحب کرامات و کمالات تھے آپ کی روحانی عظمت کا یہ عالم تھا کہ عقل کی حدود سے دراء لوری تھے بہت سے کفار نے محض آپ کا جمال جہاں آرا دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔

آپ کا جوانی کا زمانہ بڑے تزک و احتشام سے گزرا تھا لیکن جب مسند سجادگی پر جلوس فرمایا تو تمام عیش و نشاط ترک کر دیا اور شاہانہ زندگی پر فقیرانہ زندگی کو ترجیح دی جو آپ کے آباؤ اجداد کا خاصہ تھا۔

منقول ہے کہ آپ کے والد بزرگوار کے پاس مٹھل کے تھان آئے تو انہوں نے مخدوم کے پاس بھجوا دیئے اور فرمایا کہ اس کپڑے سے اپنا لباس بنا لو۔ لیکن مخدوم ثانی نے ان مٹھل کے تھان سے اپنے شکاری کتوں کی جھولیں سلوائیں۔ اس کی خبر آپ کے والد گرامی شیخ حسنی جیلانی کو ہوئی تو انہوں نے آپ کو طلب کیا اور بہت برہم ہوئے۔ اسی رات شیخ حسنی جیلانی کو حضور غوث الاعظم کی زیارت فیض بشارت ہوئی اور فرمایا کہ خبردار عبدالقادر ہمارا فرزند ہے تم اپنے دوسرے بچوں کی دیکھ بھال کرو اس کی تربیت ہم کریں گے اس واقعہ

کے بعد مخدوم عبدالقادر ثانی پر جذب و وجد کی فراوانی ہو گئی۔

منقول ہے کہ ابتدا میں آپ کو درود و وظائف کا شوق اس حد تک غالب تھا کہ تمام دن رات عبادت میں مشغول رہتے اور کسی سے کلام نہ کرتے عشق الہی کے غلبہ سے یہ کیفیت تھی کہ فرائض و سنن سے فراغت کے بعد مراقبہ میں زیادہ وقت گزرتا فجر کی نماز سے اشراق اور اشراق سے چاشت تک ایک نماز کے بعد دوسری نماز تک مراقبہ میں مشغول رہتے اور کبھی تھوڑی دیر کے لیے مسجد کی چٹائی پر ہی آرام فرما لیتے اور بسا اوقات آپ خود ہی اذان دیتے اور اقامت و امامت کے فرائض بھی انجام دیا کرتے تھے۔ اکثر و بیشتر فجر کی اذان دینے کے بعد لوگوں کے گھروں میں جاتے اور فرماتے آٹھویہ وقت غفلت کا نہیں بلکہ نیک بختی اور خوشی کا ہے۔ جب لوگ جمع ہو جاتے تو فرماتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسی ساعت میں یعنی علی الصبح کو اپنے جمال پر انوار سے نوازتے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم لوگوں کو بھی یہ فیض نصیب ہو۔

منقول ہے کہ ملتان میں ایک مرتبہ بڑی شدت سے طاعون کی وبا پھیل گئی۔ جس سے لوگ مرنے لگے اس زمانے میں لوگ وہاں سے وہ گھاس لے جاتے جو آپ کے وضو کے پانی سے اگی تھی اور اسے طاعون کی پھنسی پر لگاتے تو وہ اللہ کے کرم سے صحت یاب ہو جاتے۔ حضرت مخدوم شیخ عبدالقادر ثانی قدس سرہ العزیز کے کمالات اور آپ کی بزرگی کے اعلیٰ مقام کا تعین کرنا محال ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر ثانیؒ نے 78 برس کی عمر پائی اور اس کو ہر بے مثال نے 18 ربیع الاول 940ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار اقدس اوچ شریف میں مرجع انعام ہے۔ جس کی زیارت سے لوگ برکت حاصل کرتے ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے جو کامل ولی اللہ تھے۔

حضرت شیخ عبدالرزاق

آپ بڑی فضیلت اور منقبت کے حامل اور ہمت عالی اور شان بلند تر کے مالک تھے جب آپ کسی کام کی غرض سے جانب ماکور گئے ہوئے تھے وہیں قیام کے دوران آپ نے ایک دن کہا کہ میرے والد مجھے بلا رہے ہیں۔ لیکن ماکور سے روانگی میں تاخیر کے سبب اپنے والد بزرگوار کے سانحہ پر نہ پہنچ سکے۔ جب کئی دن بعد پہنچے تو والد گرامی کی وصیت کے مطابق خرقہ خلافت آپ کو عطا ہوا اور اپنے والد کے جانشین مقرر ہوئے اور ہدایت خلق کے لیے مشغول ہوئے۔ آپ نے 5 جمادی الثانی 942ء میں انتقال فرمایا۔

سید زین العابدینؑ

آپ شیخ عبدالقادر ثانی کے دوسرے فرزند تھے اپنے والد کے حسن حیات میں ہی آپ کا وصال ہوا۔ آپ بڑے عالی مراتب تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ صالحات اور قائنات میں سے تھیں۔ شاہ زین العابدین کے ایک صاحبزادے میر سید محمد تھے جو آپ کے انتقال کے بعد اپنے دادا کے زیر تربیت رہ کر ان کے منظور نظر رہے۔

سچی ابن سچی ہے یہ گھرانہ

ان کے ٹکڑوں پہ پلتا ہے زمانہ

حضرت مخدوم شیخ حامد گنج بخش قادری قدس سرہ العزیز

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے آپ شیخ سید عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر ثانی کے صاحبزادے تھے بعد وصال اپنے والد گرامی کے سجادہ مشنیت پر رونق افروز ہوئے مخدوم حامد کا شمار اُس وقت کے جید ترین مشائخ کے سردار کی حیثیت سے ہوتا تھا اور آپ کا اقبال بہت بلند تھا۔ حضرت مخدوم اپنے دادا شیخ عبدالقادر ثانی قدس سرہ العزیز کے مرید تھے اور ان کی خاص تربیت سے فیض یافتہ تھے۔ حضرت مخدوم کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ہر قسم کا دنیاوی مال و متاع آپ کے پاس تھا۔ لیکن کبھی اتنی دولت اپنے پاس نہ رکھتے کہ نصاب تک پہنچے اور آپ پر زکوٰۃ لاگو ہوتی۔ جو کچھ آتا غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیتے۔ حضرت مخدوم حسن سلوک اور بزرگی کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے جس سے سلسلہ عالیہ قادریہ کو بہت عروج حاصل ہوا۔ آپ جامع کمالات صوری و معنوی تھے۔ خزینۃ الاصفیاء میں مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں کہ آپ شریعت طریقت معرفت و حقیقت میں وحید العصر تھے ایک جہان آپ کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے فیض یاب ہوا۔

شاہان وقت حضرت مخدوم کی خدمت اور عقیدت کو باعث فخر و مباحات جانتے تھے۔ آپ نے تمام عمر ہدایت خلق میں بسر کی ہزاروں لوگ حضرت مخدوم کی خدمت میں رہ کر مرتبہ کمال کو پہنچے۔ آپ نے اپنی حیات میں ہی خلافت و سجادگی اپنے فرزند ارجمند شیخ جمال الدین ابوالحسن موسیٰ کو تفویض کر دی۔

حضرت مخدوم حامد گنج بخش قادری رحمۃ الباری کے بے شمار خلفاء تھے جن میں حضرت شیخ سید شیر علی شاہ ملتانی رحمۃ ربانی اور حضرت شیخ سید داؤد بندگی کرمانی قدس سرہ السامی شیر گڑھی سب سے زیادہ مقبول و معروف ہوئے۔ حضرت مخدوم پاک نے

۹ اذی قعدہ ۹۷۸ھ کو بعد اکبر بادشاہ اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف سفر فرمایا مزار مبارک آپ کا اوج شریف میں مرجع خلائق ہے، جس کی زیارت کر کے لوگ اپنے قلوب و ازبان کو فرحت بخشتے ہیں۔

شیخ حامد گنج بخش د جہاں

شہد لبیک خلد زیں فانی سرا

شیخ محبوبی است سال وصل او

نیز حامد شاہ سید مقتداء

۹۷۸ھ

۹۷۸ھ

شیرگزہ کی تاریخی اہمیت

یہ تاریخی قصبہ ضلع اوکاڑہ کی تحصیل رنیالہ خورد سے 17 کلومیٹر کے فاصلے پر دیپالپور روڈ پر واقع ہے اس کی وجہ شہرت یہاں پر مدفون صوفیوں کے پیشوا طریقت کے بادلشاہ معرفت و حقیقت کے بحر بے کنار حضرت شیخ سید داؤد بندگی کرمانی علیہ الرحمۃ الربانی کی ذات ستودہ ہے۔ آپ کے مرقد منور کی برکت سے قصبہ شیرگزہ کی پہچان پورے برصغیر میں ہے شیرگزہ کا ایک تاریخی پس منظر عباس خان ساریوانی کی تصنیف تاریخ شیرشاہ سوری میں اس طرح درج ہے۔

جب شیرشاہ سوری کو ملتان پر غلبہ حاصل ہو گیا تو اس نے اپنے ایک معتمد خاص سردار فتح جنگ خان کو دیپالپور کا حاکم مقرر کر دیا۔ اس حاکم نے اس قصبہ کو بادلشاہ شیرشاہ سوری کے نام سے منسوب کر کے اس کا نام شیرگزہ رکھ دیا۔ اس کی شمالی اور جنوبی حدود میں دریائے راوی اور دریائے ستلج ہیں اور یہ قصبہ عین درمیان میں واقع ہے۔ نہری نظام کی بدولت انتہائی سرسبز اور شاداب ہے۔ مغل فرمانروا ہمایوں کے دور حکومت میں حاکم چاکر خان رند نے شیرگزہ اور اس کے گرد و نواح میں فوجی دستے تعینات کر رکھے تھے جن کا کام ملتان سے آنے اور جانہوالے والے سفری اور تجارتی قافلوں کی حفاظت اور جرائم کی روک تھام تھا۔

قدیمی جامع مسجد شیر گڑھ

تاریخ شیر شاہ سوری میں لکھا ہے جب سردار فتح جنگ خان نے اس قصبہ کو شیر گڑھ کے نام سے منسوب کیا تو اس نے ایک عالی شان مسجد بھی تعمیر کروائی اور یہ مسجد دسویں صدی ہجری کی پانچویں دہائی میں مکمل ہوئی اس کی لمبائی سو فٹ اور چوڑائی پچیس فٹ تھی اس کے پانچ دروازوں پر پانچ گنبد تھے، جبکہ وسطی گنبد سب سے بلند تھا۔ ہر کو نے پرہشت پہلو مینا رتھے۔

اور ہر مینا تقریباً تیس فٹ بلند تھا۔ شمال اور جنوب میں دونوں طرف سیڑھیاں تھیں۔ مسجد کے دروازوں اور عمارت کے اندر گلکاری کا کام بڑی نفاست سے کیا گیا تھا۔ صحن کی پینالش میں ضرب سو فٹ تھی اور اس کے ایک کونے میں کنواں بھی تھا۔ اور اس سے ملحق وضو خانہ بھی بنایا گیا تھا۔

حوادث زمانہ میں اس مسجد کا بیشتر حصہ 1955ء تک منہدم ہو گیا تھا۔ صرف بائیں جانب دو دروازے کھنڈر کی صورت میں 1958ء تک باقی رہے۔

پچیس ربیع الاول 1976ء میں اس تاریخی اہمیت کی حامل مسجد کی تعمیر از سر نو شروع ہوئی۔ اور انتہائی قلیل عرصے میں مکمل ہو گئی۔ مسجد کا محراب عین اسی مقام پر ہے جہاں قدیم محراب تھا اب اس کی توسیع بھی ہو گئی ہے اور اس کی عمارت سے متصل ایک فری ڈسپنری اور پبلک سکول کے علاوہ لائبریری بھی موجود ہے یہ قدیمی مسجد درگاہ عالیہ حضرت شیخ سید داؤد بندگی کرمانی کے مرکزی داخلی راستہ کے ساتھ واقع ہے۔

عمر ہادر کعبہ و بت خانہ می نالہ حیات
تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

زندگی عرصہ دراز تک کعبہ و بت خانہ میں گریہ زاری کرتی رہتی ہے
تب کہیں بزم عشق و مستی سے ایک دانائے راز قدم باہر رکھتا ہے

الحمد لله رب العالمين الصلوة والسلام على
 اشرف الانبياء والمرسلين وعلى آله الطيبين
 الطاهرين واصحابه المكربين واوليائهم كاملين
 وعارفين وعلمائهم ملأه اجمعين

سلطان العاشقين برہان العارفین گوہر شب چراغ حیدری
 شاہباز بلند پرواز مخزن رموز و اسرار منبع فیوض و برکات
 سید السادات

حضرت شیخ سید داؤد بندگی قادری الکرمانی قدس سرہ السامی
 آباؤ اجداد

آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق ایران کے صوبہ کرمان سے تھا۔ یہ خاندان نسبی افتخار
 اور علم و فضل کی بہار سے معزز تھا۔ جب ترکمانوں نے کرمان میں قتل و غارت گری اور لوٹ
 مار کا بازار گرم کیا تو اس خاندان کے سربراہ میر فیض اللہ باقی نے اپنے صاحبزادے سید محمد
 مبارک کرمانی اور اہل و عیال کے ہمراہ ہجرت کی اور وارد ہندوستان ہوئے۔ مختلف مقامات
 سے ہوتے ہوئے ملتان کے نواح میں سیت پور کے قصبہ میں آکر آباد ہو گئے۔ یہ قصبہ آج
 کل ضلع مظفر گڑھ کی حدود میں واقع ہے۔ میر فیض اللہ باقی پر شرب تو حید کا اس حد تک غلبہ
 تھا۔ کہ اپنے صاحبزادے سید مبارک کو ظاہری علوم حاصل کرنے کی تلقین نہ فرمائی۔ اُن کے
 انتقال کے بعد سید محمد مبارک حصول علم کے لیے اوچ شریف آئے۔ پھر مزید علم حاصل

کرنے کی غرض سے بخارا کا قصد فرمایا۔ ابھی ایک آدھ منزل کا سفر کیا تھا۔ کہ ایک رات میر فیض اللہ باقی خواب میں دکھائی دیئے۔ اُنہوں نے اپنا لعاب دہن ان کی زبان پر لگاتے ہوئے فرمایا سید مبارک واپس اپنے گھر لوٹ جا اور اپنی ضعیف بہنوں کی دلجوئی کر جو کچھ تو بخارا میں تلاش کرنے جا رہا ہے۔ وہیں اپنے میں پائے گا چنانچہ جب آپ اپنے گھر لوٹ آئے تو ظاہری باطنی علوم اُن پر منکشف ہو گئے۔ پھر یہ عالم تھا کہ ملتان کے نواح کے علما کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ سید مبارک سے استفادہ کرتے۔

سید مبارک کے تین صاحبزادے تھے بڑے کا نام سید فتح اللہ دوسرے کا سید محمد ہارون اور تیسرے صاحبزادے کا نام سید اللہ داد تھا۔

یہ تینوں حضرات حقائق و معارف میں بلند پایہ تھے اور فضل ربانی ان پر وافر تھا۔ سید فتح اللہ کی شادی ایک معزز علمی گھرانے میں ہوئی اس عفت مآب خاتون کا نام حاج بی بی تھا جن کے بطن سے ایک بیٹی اور دو بیٹوں نے جنم لیا۔ بیٹی کا نام اخوند بی بی تھا۔ جبکہ بڑے صاحبزادے فاضل عالی جاہ شیخ سید رحمت اللہ اور دوسرے صاحبزادے مملکت شہود کے سلطان بخشش و سخاوت کے سلیمان شیخ سید داؤد تھے۔

ولادت باسعادت

سید داؤد کرمانی کے والد نامدار سید فتح اللہ علیہ الرحمۃ آپ کی ولادت سے چار ماہ قبل مرض طاعون میں مبتلا ہوئے اور رحلت فرما گئے۔

مقامات داؤدی میں شیخ داؤد کی ولادت کے بارے میں لکھا ہے کہ شب قدر ستائیس رمضان المبارک ۹۱۹ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے دادا سید مبارک کی خوشی اور مسرت کا یہ عالم تھا کہ فرط شوق میں کبھی گھر کے اندر آتے اور کبھی باہر جاتے۔ اور عجب سرمدی لذت سے سرشار نظر آ رہے تھے۔ اور وہاں ہانہ انداز میں سورۃ قدر کی تلاوت

فرماتے اُن کے احباب نے اس قدر خوشی و مسرت کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس سعادت مآب رات میں خالق ارض و سما نے جو فرزند عطا فرمایا ہے اس لعل بے مثال سے اہل دنیا ظاہری و باطنی فیض سے معمور و مغفور ہوں گے۔ کیونکہ سید محمد مبارک کرمانی علیہ الرحمۃ اہل نظر اور کمالات باطنی میں ملکہ رکھتے تھے۔

سید داؤد ابھی کم سن ہی تھے کہ آپ کے دادا سید مبارک کرمانی علیہ الرحمۃ کا وصال ہو گیا پھر حوادث زمانہ نے کروٹ لی۔ ملتان اور اس کے گرد و نواح میں انگاہ قبیلے کے سردار ملک غیاث الدین کی وفات کے بعد اس قبیلے کے لوگوں نے فسطی و فجور اور غارت گری کا بازار گرم کیا۔ اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے لگے۔ شرفا نے نقل مکانی شروع کر دی۔ اس سے پیشتر سید مبارک اور سید فتح اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ بھی وصال فرما چکے تھے۔

اسی کتاب میں لکھا ہے اس غدر کے دوران حضرت سید داؤد کی والدہ ماجدہ اپنے دونوں کم سن بیٹوں اور بیٹی کے ساتھ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئیں اور رخت سفر باندھا۔ جبکہ سید ہارون اور سید اللہ داد نے وہیں صبر کے پاؤں پھیلانے رکھے۔

بی بی صاحبہ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے ست گھرہ دیہہ پاپور کے نواح میں اپنے بھائی حاجی محمد بن شیخ محمد حافظ کے ہاں مقیم ہوئیں۔

یہاں آ کر حضرت داؤد کرمانی کی ابتدائی تعلیم کا دور شروع ہوا۔

ابتدائی تعلیم

اس وقت دیہہ پاپور میں جید علماء تفاسیر احادیث اور فقہ کی تمام معروف کتب کے علاوہ دیگر مادیات کا درس دیا کرتے تھے۔ ان اساتذہ میں شیخ بازید قاضی کبیر الدین شیخ برخور دار ملتان سے دور کے بڑے علما میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت داؤد نے شیخ بازید کے مدرسہ میں تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ اور مشغول ہوئے پھر کچھ عرصہ بصیر پور میں بھی مامور علماء سے اکتساب علم کیا۔ لیکن آپ کی طبع مبارک کا میلان گوشہ نشینی کی طرف مائل رہا کیونکہ مرستی کی کیفیت بچپن سے ہی وارد تھی۔

ابھی سنہ بلوغت کو نہ پہنچے تھے کہ سخت ریاضت اور عبادت میں لذت و فرحت پاتے تھے۔ آپ کے بڑے بھائی سید رحمت اللہ جن کی شفقت آپ کے لیے کسی بھی طرح شفقت پدری سے کم نہ تھی۔ آپ کا میلان طبع علم و ہنر کی طرف مائل تھا آپ نے بھی علوم حاصل کرنے کے بعد ایک مدرسہ بنالیا۔ اور کچھ کھیتی باڑی سے بھی اپنے خاندان کی کفالت کرنے لگے۔ شیخ سید رحمت اللہ میں خدا داد صلاحیت یہ تھی کہ جس کتاب کو ایک نظر دیکھ لیتے وہ ازبر ہو جاتی غضب کا حافظہ آپ کے علم حاصل کرنے میں بڑا امداد و معاون رہا۔ آپ علم و ادب اور اعمال صالح کی برکت سے مشہور صاحبان علم میں شمار ہونے لگے۔ آپ نے گھر داری کی ذمہ داری بھی احسن طریق سے انجام دی۔

جبکہ شیخ داؤد پر عشق الہی اور مرستی کی کیفیت غالب تھی لیکن آپ نے علم حاصل کرنے کے لیے بھی دور دراز سفر کیے۔ کیونکہ علم حاصل کرنا اس خانوادہ کی میراث تھی۔

لاہور میں تشریف آوری

اخبار الاخبار میں لکھا ہے۔ حضرت شیخ داؤد ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مزید حصول علم کی خاطر وارد لاہور ہوئے اور بقیہ علوم کی تکمیل کے لیے اس دور کے مامور عالم اور شاعر حضرت شیخ اسماعیل بن عبد اللہ اوچی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

شیخ اسماعیل کی پیش گوئی

اس دور میں شیخ اسماعیل علم و فضل کی کان اور فیض و احسان کا نشان مانے جاتے تھے۔ آپ مشہور عالم دین زہد دست نعت کو شاعر اور شیخ طریقت حضرت مولانا عبد الرحمن جامی علیہ الرحمۃ الربانی کے شاگرد رشید تھے۔ اور انہی سے اکتاب علم کیا تھا۔ شیخ اسماعیل تمام عمر مولانا جامی کے شاگرد ہونے پر فخر کرتے رہے۔ لاہور میں جب آپ نے سلسلہ درس و تدریس کا آغاز کیا تو علمی کمالات کا شہرہ چہار سو ہوا۔ متلاشیان علم ہندوستان کے طول و عرض سے آپ کے مدرسہ میں جوق در جوق آنے لگے۔ جب شیخ داؤد کرمانی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کچھ ہی عرصہ بعد شیخ اسماعیل آپ کی ذہانت و متانت زہد و ورع اور غیر معمولی صلاحیتوں سے بے حد متاثر ہوئے۔

ایک دن حلقہ تلامذہ میں درس دے رہے تھے دوران درس حضرت شیخ داؤد کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا جس طرح مجھے مولانا جامی کے شاگرد ہونے پر ماز ہے اسی طرح مجھے اپنے شاگرد رشید شیخ داؤد پر فخر ہے انشاء اللہ بہت جلد یہ قبولیت شہرت اور بزرگی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوگا۔ لوگ اس سے ملاقات کو اپنے لیے صد افتخار سمجھیں گے اور ایک زمانہ ان کی طرف رجوع کرے گا۔ چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ استاد مکرم کی دور رس نگاہ نے مشاہدہ کیا تھا۔

جذب و کیف اور ذوق عبادت

بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے۔ کہ حضرت شیخ سید داؤد قدس سرہ العزیز زمانہ طالب علمی میں ہی جذب و مستی کی کیفیت سے سرشار تھے۔ جب ذوق عبادت غالب آتا تو تمام رات نماز میں گزار دیتے کبھی ساری رات رکوع میں گذر جاتی اور کبھی شب بھر سجدے

میں پڑے رہتے اور کبھی وجد و مستی کے عالم میں دیہ پالیور کے صحراؤں کی جانب نکل جاتے جب تمام علوم پر دسترس حاصل کر لی اور واپس تشریف لائے۔ تو عشق و سرمستی نے جنگلوں اور بیابانوں کی راہ دکھائی۔ آپ ایک عرصہ تک ننگے سر اور ننگے پاؤں صحرا نوردی میں مشغول رہے۔ جہاں سوائے اللہ عز و جل کی محبت ہی مونس تھی۔ حضرت شیخ خود فرماتے ہیں ان جنگلوں اور صحراؤں میں جو تسکین جاں حاصل تھی اس کا اظہار ممکن نہیں حتیٰ کہ درندے اور جانور بھی مجھ سے مانوس ہو گئے تھے۔ بھوک اور پیاس کا بھی احساس نہ تھا۔ کبھی کبھار جنگلی پھل کھالیا کرتا اور صحراؤں کے نشیب میں جو بارش کا پانی ہوتا اسے پی لیا کرتا۔

نسبت اویسی

اسی صحرا نوردی میں کئی سال گزر گئے۔ اس دوران کبھی کبھار گھر تشریف لاتے اور چند دن بعد پھر روانہ ہو جاتے اور لوگوں کا ایک ہجوم لگ جاتا۔ جس میں مرد و زن سبھی اس مازنین کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے اُٹھ آتے۔ دلنشین صورت و سیرت کے مالک کا ایک جہان گرویدہ ہو گیا۔

اسی کیف و مستی صحرا نوردی اور کوشہ نشینی کی برکت نے غوث العالمین شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے اویسی نسبت کا مظہر بنا دیا۔ شیخ داؤد فرماتے کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی روحانیت میری مددگار ہو گئی۔ اور گا ہے گا ہے دولت دیدار سے مشرف ہوتا۔ ایک دن محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ نے میری دستگیری فرماتے ہوئے حکم دیا۔ میرے فرزند شیخ حامد قادری کے آستانِ جنت نشان پر حاضر ہو کر اپنا دافر نصیب حاصل کر لیں ان سے بیعت کر کے میرے سلسلہ سے وابستہ ہو جاؤ چنانچہ یہ حکم ملتے ہی حضرت شیخ داؤد اویچ شریف روانہ ہوئے جہاں شیخ حامد گنج بخش مسند ارشاد پر فردکش تھے اور علوم و معارف کے خزانے لٹا رہے تھے۔ قدم ہوس کی دولت پائیدار میسر آئی۔

حضرت مخدوم شیخ حامد گیلانی قدس سرہ العزیز سے عرض کیا کہ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں حضرت مخدوم نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا ہم تمہاری محبت کے بہت مشتاق تھے۔ تھوڑی دیر آرام کر لو مضطرب کس لیے ہو۔ شیخ داؤد نے عرض کیا بندہ غوث الثقلین کے حکم سے حاضر ہوا ہے۔

حضرت مخدوم آپ کی اس بات پر بڑے مسرور ہوئے۔ اور شادمانی میں خود اٹھے پیرا ہن لائے اور مقراض چلا کر خرقہ پہناتے ہی عالم ملکوت میں غلغلہ مچا ہو گیا۔ جو اس طرح سنائی دے رہا تھا ”الداؤد قد وصل الی اللہ“ تحقیق داؤد اللہ سے واصل ہو گیا۔ پھر حضرت مخدوم نے مریدین کو فرمایا خدا کا شکر ادا کرو اس جو انمرداؤد کی آمد سے تم لوگوں کی قوت سماع بھی نوائے ملکوت سے آشنا ہو گئی۔

حضرت مخدوم قدس سرہ کی نگاہ فیض اثر نے آپ کے باطن کو نور علی نور کر دیا کچھ عرصہ قیام فرما کر ظاہری باطنی تربیت حاصل کی۔

شیخ مخدوم نے فرمایا اس خرقہ خلافت کا تقاضہ ہے کہ واپس اپنے وطن لوٹ کر رشد و ہدایت کی مسند بچھاؤ۔ اور مخلوق خدا کو اپنے مافع علم اور فیض ربانی سے نفع پہنچاؤ۔ ناخواندہ اور در ماندہ لوگوں کی رہنمائی کرو۔ ایک جہان تجھ سے فیض یاب ہوگا کہ تجھ پر میرے جد اعلیٰ سید عبدالقادر محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کا سایہ ہے۔ ملاء اعلیٰ میں تیرے نام کا چہ چا ہو رہا ہے۔ سبحان اللہ۔

حضرت شیخ سید داؤد بندگی کی شادی

مقامات داؤدی میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کے ماموں حاجی محمد کا ایک بیٹا اسحاق مامی تھا اور تین دختران نیک اختر تھیں۔

ان میں سے ایک شیخ عبدالرشید قریشی الہاشمی سے بیاہی گئی دوسری شیخ سید رحمت

اللہ اور تیسری بی بی رافعہ حضرت شیخ داؤد بندگی سے مامزد ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ اور سید رحمت اللہ نے شادی کے تمام لوازم از قسے زیور و لباس بڑی خوشی اور کامرانی کے ساتھ تیار کیے۔ اور حاجی محمد کے گھر جانے کا اہتمام کیا۔ جب حضرت شیخ بندگی کو خبر ہوئی تو آپ نے شادی سے انکار کر دیا کیونکہ آپ کی فطرت میں تخر و اور تغریب (ترک دنیا) کا رنگ غالب تھا۔ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کیا کہ میں اس کا خیر کے ترک ہی میں اپنی بھلائی جانتا ہوں آپ بلا وجہ خود کو پریشان نہ کریں یہ سن کر والدہ کو بہت ملال ہوا۔ اور حضرت شیخ پر بڑھم ہوئیں اور سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ والدہ کو اس طرح رنجیدہ خاطر دیکھ کر حضرت شیخ بندگی نے آمادگی ظاہر کر دی۔

اس طرح آپ کی شادی بخیر و خوبی انجام پائی اس وقت عمر مبارک ستائیس برس تھی دلوں کو بدلنے اور معاملات کو مفید بنانے والی اس ذات اقدس نے نکاح کے فوراً بعد حضرت شیخ بندگی کے فیض نشان دل میں اس عفت مآب خاتون کی مہر و محبت ڈال دی۔ حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنی مبارک زندگی میں کئی مرتبہ اس عارفہ عابدہ خاتون کے بارے میں فرمایا کہ اگر یہ میری منکوحہ نہ ہوتی تو میں اس ملک میں کبھی نہ ٹھہرتا بلکہ بغداد شریف میں گوشہ نشین ہو گیا ہوتا۔

منقول ہے کہ شب عروسی کی مروجہ رسم کے مطابق حضرت شیخ کے تن مازک پر ایک نفیس اور گراں مایہ خلعت بعد اسرار پہنا دی گئی۔ دوسرے دن صبح جملہ عروسی سے نکلے تو صحرا کی راہ لی اور وہاں ایک درویش پر نظر پڑی جو سفید لباس میں ملبوس گوشہ صحرا میں بیٹھا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا اے جو امرد یہ لباس مجھے دے دو اور یہ نفیس اور قیمتی پوشاک تم لے لو۔ اُس درویش نے کہا عجیب بات ہے۔ تمہیں میری اس بوسیدہ گدڑی سے کیا ملے گا۔ حضرت شیخ نے اپنی قیمتی پوشاک اُتار کر اُسے دے دی اور اس کا میلا سا لباس خود زیب تن کر لیا۔

شیر گڑھ میں خانقاہ کا قیام

حضرت داؤد بندگی قادری کرمانی قدس سرہ السامی فیض باطنی کا خزانہ لے کر واپس جھنی وال تشریف لائے۔ اور پھر حضرت غوث العالمین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے اشارہ روحانی سے شیر گڑھ کو خانقاہ کے لیے منتخب فرمایا۔ اور خلق خدا کی ہدایت کے لیے مسند ارشاد کو زینت بخشی۔ رشد و ہدایت کی اس خانقاہ عزت جاہ کا شہرہ سارے عالم میں ہوا۔ قدسی سیرت کے مالک اور شریعت و طریقت معرفت و سلوک کے اس بادشاہ کی خدمت میں خلق خدا دیوانہ وار لپکی۔

اس خطہ میں آپ کی خانقاہ بزرگی و عظمت کی علامت بن گئی۔ اور سارے ہندوستان سے تشنگان علم اور متلاشیان روحانیت اور علمائے فضل اس آستان جنت نشان سے فیضیاب ہونے لگے۔ سالکین علماء و فقراء اس خانقاہ کی حاضری کو باعث صد افتخار سمجھتے۔ امراء اور رؤساء بھی نیاز مندی کا اظہار کرتے نظر آتے غرضیکہ حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہونے والوں میں ہر مکتب فکر سے تعلق رکھنے والوں کا نامتا بندھا رہتا۔ حضرت شیخ بندگی سب کی دلجوئی کرتے اور کوئی بھی مایوس و نامراد نہ لوٹتا تھا۔

دن رات لنگر ہر خاص و عام کے لیے جاری رہتا۔ اور مخلوق خدا کی آمد و رفت جاری رہتی۔ اس عظیم صوفی کی خانقاہ غربا و مساکین کے لیے عشرت کدہ علم کے طالبوں کے لیے دولت کدہ اور سالکین کے لیے میکدہ کا منظر پیش کرتی نظر آتی تھی۔ غیر مسلموں کی بڑی تعداد حاضر ہوتی اور حضرت شیخ بندگی کے زہد و ورع اور روحانی مقام اور اعلیٰ اخلاق و بلند کردار سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرتے اور گمراہانِ بادیہ ضلالت تائب ہوتے۔

بغداد کی ہوائیں

اخبار الاخبار میں شیخ محدث نے لکھا ہے۔ مقتدائے اہل یقین پیشوائے اصحاب دین شیخ داؤد بندگی قدس سرہ اکثر مجلس میں مضطرب اور حیرانی کے عالم میں بیٹھے رہتے جیسے ان کی کوئی قیمتی متاع گم ہو گئی ہو یا جیسے کوئی شخص اپنے محبوب کے انتظار میں ہوتا ہے۔ پھر اچانک ان پر ذوق کیف طاری ہو جاتا اور زبان کو ہر بیان سے ایسے حقائق و معارف جاری ہو جاتے کہ بڑے بڑے صاحبان علم و ضرور طحیرت میں مبتلا ہوئے بغیر نہ رہتے۔ آپ اس کیف و مستی کی حالت میں ایسے حکیمانہ نکات بیان فرماتے اہل عقل و دانش کے ہوش اڑا جاتے۔ پھر اسی حالت کیف میں رخ زیب بغداد کی جانب کیے رہتے اور فرماتے کہ بغداد کی ہوائیں میرے دل کو چھو رہی ہیں اور مجھے ایسی لذت سے آشنا کر کے گزر جاتی ہیں۔ جسے الفاظ بیان کرنے سے عاجز ہیں۔ یہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے ایسی نسبت کا الہانہ انداز تھا۔

ان کے کوچے کی ہوا بھی دم عیسیٰ ہے مجھے

ان کی دیواروں کے سائے بھی ضیا دیتے ہیں

اعلائے کلمۃ الحق

سرور اصحاب کمال سراپا حسن و جمال حضرت شیخ داؤد بندگی قادری کرمانی قدس سرہ السامی کے تمام تذکرہ نگار اس پر متفق ہیں۔ کہ آپ اعلائے حق امر بالمعروف میں شمشیر برہنہ تھے چند موعظت اور رشد و ہدایت میں اُن کا تمام وقت گزرتا تھا۔ آپ صوفیائے خام اور علمائے سو سے سخت بیزار تھے جنہوں نے تصوف اور علم کے پردے میں دنیا طلبی اور حب جاہ کو مقصد حیات بنا رکھا تھا آپ فرماتے تھے جن علماء نے بادشاہوں اور امرا کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے اُن سے وہ مکھی ہزار درجہ بہتر ہے جو نجاست پر بیٹھی رہتی ہے۔

پھر یہ رباعی پڑھی۔

آں کس کہ زخو غا زہدِ وائے برآو بدخلق جہاں دل بدہدِ وائے برآو
در دست فقیر نیست نقدے جز وقت آں نیز گراز دست دہدِ وائے برآو
ترجمہ: ہر وہ شخص جو شور و غل سے نجات نہ پائے اُس پر افسوس جو مخلوق جہاں کو دل دے
دے اُس پر افسوس فقر کے ہاتھ میں وقت کی نقدی کے سوا کچھ نہیں ہوتا اگر وہ ہاتھ سے
جانے دے تو اُس پر افسوس

بڑھیا کو بنیائی مل گئی

منقول ہے ایک بینائی سے محروم بڑھیا آستان فیض نشان پر حاضر ہوئی اور
عاجزی و انکسار سے عرض کیا میرے حق میں دعا فرمائیں کہ میں بیٹا ہو جاؤں۔ فرمایا نا بیٹا
لوگ پیر کے آتشدان سے رجوع کرتے ہیں۔ میں تو گروہ مسلمین کو توبہ کی تلقین پر مامور
ہوں۔ اُس عورت نے بڑی پیچیدگی کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا خدا کے لیے میری
دیکھیری فرمائیے۔ اب تو میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔ حضرت شیخ نے اس کی گریہ زاری
پر کچھ توقف فرمایا۔ پھر اسے اپنے قریب بلا کر ایک خاص کوزہ آب سے اپنے دست شفا میں
پانی لیکر اُس بڑھیا کی آنکھوں پر مارا۔ اُسی وقت اس نے پوری روشنی کے ساتھ آنکھیں
کھول دیں اور بیہوش ہو کر گر پڑی۔ ہوش آنے پر اُس نے زمین محبت کو بوسہ دیا۔ اور
حضرت شیخ داؤد بندگی قدس اللہ سرہ العزیز کے لیے شکرانے کے الفاظ سے رخصت ہو گئی۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ

غالب و کار آفریں کار کشا و کار ساز

شیخ قطب عالم کی ملاقات

اخبار الاخبار میں لکھا ہے۔ شیخ قطب عالم زہد و تقویٰ علم و فضل اور دانش و سخاوت سے آراستہ یگانہ روزگار تھے۔ مامور صوفی خواجہ باقی باللہ جب دہلی میں مرشد کی تلاش میں آئے تو شیخ قطب عالم کی خانقاہ میں قیام فرمایا اور آپ کے فرمان کے مطابق بخارا تشریف لے گئے اور خواجہ امکنکی قدس سرہ سے وابستہ ہوئے۔ حضرت شیخ قطب عالم فرماتے ہیں جب میں شیر گڑھ میں حضرت شیخ سید داؤد بندگی قادری علیہ الرحمۃ الباری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اس وقت آپ جذبہ شوق اور غلبہ حق کی حالت میں بھی وعظ و نصیحت فرما رہے تھے آپ کے طریقہ وعظ و تلقین کو دیکھ کر میرے دل میں یہ گمان پیدا ہوا کہ شاید حضرت شیخ طریقہ مہدویہ رکھتے ہیں میرے دل میں اس خیال کے آتے ہی آپ فوراً میری طرف متوجہ ہوئے۔ اور چہرہ اقدس پر ناکواری کے اثرات ظاہر ہوئے۔ اور گہری نظر سے میری طرف دیکھ کر فرمایا طریقہ مہدویہ ضلالت و گمراہی کا طریقہ ہے نہ اس کی کوئی صحیح سند ہے اور نہ ہی اس طریقہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نسبت حاصل ہے۔ شیخ قطب عالم فرماتے ہیں حضرت شیخ بندگی کی اس مختصر تقریر دل پذیر سے آپ کی عظمت و رفعت اور بزرگی و کمال کا سر و چشم قائل ہو گیا۔ اور اس حسن سرائے الائی اور طائر نورانی کی محبت نے میرے دل میں گھر کر لیا۔ حضرت شیخ نے بڑی دینوازی کے ساتھ چند قیمتی نصیحتیں فرمائیں آپ سے شرف نیابت سے مجھے بڑی مسرت اور رغبت ہوئی۔ بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ شیخ قطب عالم سلسلہ چشتیہ کے عظیم بزرگ تھے اور بعض کے مطابق آپ سلسلہ قادریہ سے وابستگی رکھتے تھے۔

لوگوں کا بارانِ رحمت کے لیے حاضر ہونا

منقول ہے ایک مدت تک بارش نہ ہوئی آسمان نے بادل کی چادر سے نقاب آپ نہ اٹھایا اور سورج کی گرمی آتش کے باعث انسان اور حیوان بڑی طرح جھلس گئے دور و نزدیک سے بچوں بوڑھوں اور جوانوں کی ایک بہت بڑی جماعت حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کے آستانِ جنتِ نشان میں فریادی ہوئے۔ سورج کے قہر سے انسان اور جانور عاجز آ گئے ہیں۔ کام کاج مفقود ہوتے جا رہے ہیں۔ بارانِ رحمت کے لیے بندہ پروردگار کے در پر حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ نے یہ سن کر کچھ دیر تامل کیا۔ پھر فرمایا تمام چھوٹے بڑے اور مرد و زن منگے اور کوزے پانی سے بھر کر زمین پر انڈیل دیں اور پوری طاقت کے ساتھ اس عمل میں کوشش کریں بفضلِ ربانی بارش برے سے گی۔ اس فرمانِ دشان کا ہر طرف چہچاہوا۔ ہر کوئی کوزہ کاسہ اور مٹکا لیکر ندی نالوں کی طرف دوڑا اور پانی زمین پر انڈیلنے میں مصروف ہوا۔ لوگوں نے اس حکمت و دانش کے پیکر کے حکم کی سر آنکھوں سے بجا آوری کی اور کنوؤں اور تالابوں سے پانی بھر بھر کر زمین پر گرایا۔ اسی عمل کے دوران دیکھتے ہی دیکھتے بادلوں کے جھنڈ آئے اور اس قدر گہرے بادل تھے کہ شدید بارش شروع ہو گئی۔ چاروں طرف تاریک رات کا منظر بن گیا اور گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔ اور تین پہر تک کوئی درود پورا اور درخت دکھائی نہ دیئے۔ پھر شام کے بعد بارش کی شدت میں کمی واقع ہوئی اور شب بھر آہستہ آہستہ برکتی رہی۔

حضرت شیخ کے ہم نشین اور خاص مصاحبوں نے اس انوکھے اثر والے عمل کے بارے میں استفسار کیا۔ کہ پانی کا زمین پر گرانے میں کیا حکمت کا فرما تھی۔ آپ نے فرمایا ان لوگوں کے معمولات زندگی میں عجز و انکسار جانا رہا اور دلوں میں کدورت اور غبار بھر گیا تھا اسی دورانِ آیہ کریمہ

”امن یجیب المضطر اذا دعاه“ ضمیر کے آنگن میں چمک اٹھی اس بنا پر اس کام کا حکم دیا گیا۔ جو نہایت عجز و اضطراب کی حامل بے بسی پر مشتمل تھا۔ جس کے نتیجے میں اہر کرم برسنے لگا۔

مریدین اور متعلقین کو ذکر کی تلقین

بأن جناب رفیعیت کسی کہ برود پناہ

زآفت دو جہاں است فی امان اللہ

ترجمہ: جس کسی نے تیرے بلند آستانے میں پناہ لے لی وہ دونوں جہانوں کی آفت سے اللہ کی پناہ میں آ گیا۔

حضرت شیخ بندگی قدس سرہ مریدین اور متعلقین کو ہمیشہ اس بات کی تاکید کرتے کہ فرائض و واجبات اور سنتوں کی ادائیگی کے بعد ہر کوئی ذکر و تسبیح میں مشغول رہے اور کلمہ طیبہ کو در زبان رکھے چنانچہ گلی کوچوں میں کام کرنے والے اور کھیتی باڑی کرنے والے کسان اپنی بیویوں بیٹوں بیٹیوں اور بہوؤں کے ہمراہ کلمہ طیبہ کا ورد بلند آواز اور دلکش لحن کے ساتھ کرتے اور کام میں مصروف رہتے شب و روز شہر کے درو دیوار سے نغمہ درو دا اور زمزمہ تسبیح و تہلیل کو بجتے رہتے اور آنے جانے والے لوگ یہ فیض بخش نغمہ سن کر اس حد تک مسرور ہوتے کہ وہاں سے کسی کا گزرنا اور آگے جانا محال ہوتا۔ مقامات داؤدی کے مصنف عبدالباقی بن جان محمد علیہ الرحمۃ کے ماما میاں عبداللہ ابابکری علیہ الرحمۃ جنہوں نے طویل عمر پائی حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کے کبار مریدین میں سے تھے فرماتے ہیں کہ آپ کا آستانہ مبارک بقعہ مقدس آسمان سے زمین پر اُترا ہوا تھا۔ اس کے ساکنین فرشتہ نما تھے جنہیں ذکر و فکر اور درود و تسبیح کے علاوہ کوئی کام نہ تھا وہ تلاوت و عبادت کے سوا کسی دوسرے

امر کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر میں حضرت شیخ بندگی کے فقرہ کا گروہ زیادہ تر ذکر جہر (بلند آواز) کرتے تھے اور آپ خانقاہ کے تمام صوفیاء کو بلند آواز میں ذکر کرنے کی تلقین فرمایا کرتے کہ اس کا فیض عام اور فائدہ کامل و اکمل ہے۔ حضرت شیخ بھی اوائل عمری میں بلند آواز سے ذکر کیا کرتے تھے اس حد تک کہ بعض مرتبہ سینے سے حلق کے راستے خون باہر گر جاتا اور آپ بے ہوش ہو جاتے تھے۔

مخالفین کا سامنا

حضرت شیخ داؤد قدس سرہ کو دعوت و تبلیغ کا کام کرنے میں بڑے طاقتور اور حاسد لوگوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ جبکہ آپ ایک صوفی با حفا تھے اور ہر قسم کے تعصب اور فرقہ پرستی سے ماوراء تھے شیر گڑھ کے ارد گرد چند با اثر لوگوں کا گروہ آپ کی مخالفت کرتا تھا کہ ایک بور یہ نشین درویش کا اثر رسوخ بڑھتا جا رہا ہے۔ کیونکہ آپ ہزاروں لاکھوں لوگوں کے ماصرف راہنما تھے بلکہ اُن کے دلوں میں بستے تھے۔ آپ کے روحانی کمالات پاکیزہ سیرت سخاوت و فیاضی کا چہ چا پورے ہندوستان میں پھیل چکا تھا۔ یہ دیکھ کر مخالفین طرح طرح کی سازشوں میں مصروف رہتے تھے جبکہ آپ ہر خوف و خطر سے بے نیاز ہو کر رشد و ہدایت میں مشغول رہتے۔ اور حاسدوں کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے۔

آنمین جواں مرداں حق کوئی و بے باکی

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو با ہی

دشمنوں سے حسن سلوک

مقامات داؤدی میں لکھا ہے

میر علی بصیر نامی جاگیر دار جو کہ پرگنہ بھونج کا تھا۔ اور رافضی تھا۔ اکثر حضرت شیخ

داؤد مندگی کرمانی قدس سرہ السامی کے خدام سے اُلجھتا رہتا۔ اور حضرت شیخ سے بغض رکھتا۔ ایک مرتبہ خراسان سے قلندروں کا ایک قافلہ میر بصیر کے ہاں ٹھہرا اُس نے اُن کی بڑی مہمانداری کی اور چا پلو سی اور مکاری سے اُن ناقصوں کے دل پر قبضہ جمالیا۔ اور مختلف حیلے بہانوں سے ان کے دل میں یہ بات بٹھادی کہ یہاں ایک ایسا شیخ ہے جو اس مرغزار کے سنیوں کا امام اور ذلیل خارجیوں کا پیشوا ہے کیوں نہ اس کے ساتھ ایذا اور اہانت آمیز سلوک کیا جائے۔ اور اگر کسی طرح اُسے قتل کر دیا جائے اُن بے پیر قلندروں نے میر بصیر کی چہرہ اور شیریں باتوں میں آ کر یہ عہد کر لیا۔ شیخ داؤد قدس سرہ کو آزار پہنچانے کے لیے چھریوں سے مسلح ہو کر دوپہر کے وقت شہر سے باہر کنار کے درختوں کے جھنڈ کے نیچے ڈیرہ لگایا۔ اور دین و مذہب کے تعصب میں اندھے ہو کر پھنکار تے ہوئے تیز ہتھیاروں سے مسلح ہر حال میں حضرت شیخ کی ایذا رسانی کے لیے آستانہ فیض نشان پر کچھ فاصلے پر بیٹھ گئے اور ان لوگوں نے حضرت شیخ کے خاص مقام مسند کو نظر میں رکھا۔ کہ حضرت شیخ جس وقت بھی باہر آئیں ان پر حملہ کر دیا جائے۔ آپ خلاف معمول بالاخانہ میں تشریف فرما ہوئے اس وقت عاشق الالبالی شاہ ابو المعالی کے علاوہ اور کوئی خادم ہمراہ نہ تھا۔ شاہ ابو المعالی فرماتے ہیں کہ میر علی بصیر کے ایک محرم راز نے جو سعادت ازلی سے بہرہ ور تھا میر کی بد فطرتی اور قلندروں کے ساتھ اُس کے عہد و بیان کی خبر مجھ تک پہنچا دی۔ اور چاہا کہ حضرت شیخ کے کوش گزار کروں۔ جب حضرت شیخ باہر تشریف لائے تو ان کی عظمت کے باعث مذکورہ بات کے اظہار کی جرات نہ کر سکا۔ اور دل ہی دل میں سوچتا اور ڈرتا رہا یقیناً یہ بد خصلت قلندر حضرت شیخ کو ایذا پہنچائیں گے اور مجھ سے یہ صورت حال دیکھنے کی تاب نہ ہوگی۔ میرے پاس بھی

ایک تیز چھری تھی بلاشبہ کسی ایک پر ہی چلا سکوں گا۔ شاہ ابوالمعالی فرماتے ہیں کہ میں ابھی اسی تذبذب میں تھا۔ حضرت شیخ نے پیچھے مڑ کر میری طرف شیریں تبسم فرمایا مجھے یقین ہو گیا حضور شیخ نور باطن سے میری فکر سے آگاہ ہو گئے ہیں۔ تاہم پھر بھی وحشی کرب میں مبتلا تھا اور خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی اور اُس ازلی بد بخت ترابی قلندروالواقعہ میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ اتنے میں حضرت شیخ بندگی قدیم دو چہ خیوں والے کنویں کے نزدیک تشریف فرما ہو گئے اور مراقبہ کی حالت میں تھے۔ میر بصیر نے اپنا ایک جاسوس بھی اُن قلندروں کے ہمراہ بھیجا تھا اس نے جب دیکھا حضرت شیخ نشا نے پر ہیں۔ اس نے ان بے خبروں کو خبر دی کہ مقصد آسان ہو گیا ہے حضرت اکیلے ہی ہیں۔ وہ فوراً حملہ آور ہونے کے لیے اُٹھ کر حضرت شیخ بندگی کی طرف بڑھے اس وقت آپ مراقبہ میں اور شاہ ابوالمعالی اضطراب میں تھے۔ جب وہ لوگ حضرت کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپ نے مراقبہ سے سر اُٹس اُٹھایا اور ایک نظر اُن نامرادوں پر ڈالی تو وہ آپ کی نظر کی تاب نہ لاسکے اور سب قلندر رجمدے میں گر گئے۔ اور اُن کے اوسان خطا ہو گئے۔ حضرت شیخ عالی مقام نے شاہ ابوالمعالی کی طرف تبسم سے دیکھا اور فرمایا کہ ان قلندروں کو کیا ہوا میر بصیر کے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان بھول گئے۔ فرمایا ان سے کہو سر اُٹھائیں شاہ ابوالمعالی نے اُن قلندروں سے سر اُٹھانے کا کہا۔ کچھ دیر بعد جب اُنہوں نے سر اُٹھائے تو کتے کی مانند دہک کر بیٹھ گئے خدا معلوم اُس لمحے اُنہیں کیا نظر آیا۔ جو اُن کی ایسی حالت ہو گئی۔

حضرت شیخ بندگی نے شاہ ابوالمعالی سے فرمایا ان کو خانقاہ میں لے جاؤ اور ان کی طبیعت کے مطابق انہیں کھانا پیش کرو۔ یہ ہمارے مہمان ہیں۔

شاہ ابوالمعالی نے اُن سب کو لنگر خانے میں پہنچا کر متولی کے سپرد کیا۔ رات بسر کر کے صبح کے وقت میر بصیر سے کہے ہوئے وعدے کی بنا پر بڑے شرمسار ہوئے۔ اور اپنی راہ لی۔

بدی را بدی سهل باشد جزا

اگر مردی احسن الی من اساء

برائی کا بدلہ برائی سے دینا آسان ہے اور جو ان مرد برائی کرنے والے سے بھلائی

کرتے ہیں۔

رائے مانک اور کوہلہ کا قبول اسلام

رائے مانک ایک جوہری تھا اور کٹر قسم کا ہندو تھا جس نے اعلان کر رکھا تھا کہ وہ قطعی طور پر اسلام قبول نہیں کرے گا۔ لیکن جب شیخ المشائخ حضرت داؤد ہندگی قدس سرہ کی نگاہ لطف و کرم کا شکار ہوا تو دولت اسلام سے سرفراز ہوا۔

جبکہ سدھو بھٹی کا کوہلہ نامی ہندو بڑا متعصب اور ظالم شخص تھا ساہیوال میں دریائے راوی کے قریب اس نے بہت سی اراضی پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا یہ ہندوؤں کا بڑا بااثر سردار تھا اس جگہ اُس کے مویشیوں کی چراگاہ تھی۔ اور کسی دوسرے کے مویشیوں کو چرنے کی اجازت نہ دیتا۔ مسلمانوں کے ساتھ بڑی بدسلوکی سے پیش آتا تھا اور انہیں مذہبی تعصب کی بنا پر اذان بھی نہ دینے دیتا۔ یہ مقام آج کل جسے کوہلہ کہتے ہیں اُسی کے نام کی مناسبت سے ہے۔ اور شیر گڑھ سے پچیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ حضرت شیخ داؤد قدس سرہ کے چند مریدوں نے کوہلہ نامی ہندو کے مظالم کے بارے میں عرض کیا تو آپ کو بڑا ناگوار گذرا اور جلال حیدری چہرہ بشرہ پر عیاں ہوا آپ اُس ظالم ہندو زمیندار کے گاؤں تشریف لے گئے۔ اور اُس کے حکم کے خلاف اُسی کے کنویں سے وضو کیا اور با آواز بلند اذان کہی۔ کوہلہ اذان کی آواز سن کر اپنے بیٹوں سمیت دوڑتا ہوا آیا اور چاہتا تھا کہ اذان

دینے والے کو قتل کر دے۔ لیکن جب حضرت شیخ داؤد قدس سرہ کا سراپا حسن و جمال دیکھا اور آپ کی پروقا شخصیت اور جہاد اسلوب اور شان بے نیازی کا مشاہدہ کیا تو وہ دم بخود رہ گیا۔ اس اثر پذیری نے اسے حضرت شیخ قدس سرہ کی غلامی قبول کرنے پر مجبور کر دیا اور وہ اپنے اہل و عیال سمیت آپ کے دست حق پرست پر حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ اس طاقت ور نو مسلم کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے حضرت شیخ کے مریدوں میں کم و بیش ایک ہزار کا اضافہ ہوا۔

کوہلہ کی اولاد اور عزیز واقربا حضرت شیخ بندگی کے بڑے معتقد ہیں۔ انہوں نے چند ایک یکرز میں اور ایک کنواں آپ کے مزار اقدس کے لیے وقف کیا ہوا ہے۔ حضرت شیخ داؤد قدس سرہ کے حسن سلوک خدا ترسی اور مظلوم لوگوں کی دلجوئی نے آپ کو مخلوق کا بلجا بنا دیا تھا اور خلق خدا آپ سے والہانہ انداز میں عقیدت و ارادت رکھتی تھی۔ لوگوں میں آپ کا اثر رسوخ روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔ اور لوگ جوق در جوق صداقت و ہدایت کے سلطان جذب و سلوک کے کوہ سلیمان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو رہے تھے۔

مرید کرنے کا طریقہ

آسمان طریقت کے آفتاب رشد و ہدایت کے شاہباز بلند پرواز حضرت شیخ سید داؤد بندگی قادری الکرمانی قدس سرہ السامی کا معمول تھا جب کوئی بیعت ہونے کے لیے حاضر ہوتا تو پہلے اسے غسل کرنے کا حکم دیتے پھر اس کی زبان سے استفسار کراتے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے اللہ اگر مجھ سے کوئی گناہ کبیرہ یا صغیرہ یا کوئی شرک و کفر یا غیبت و ریا کاری یا بہتان و دروغ گوئی یا کوئی لہو و لعب یا حسد تکبر یا ترک امانت اور ترک دیانت یا

کسی بھی طرح کا ظلم کسی انسان یا جانور کے ساتھ سرزد ہوا یا استاد اور ماں باپ کے حقوق کو جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کو ترک کیا ہو تو میں ان تمام گناہوں اور نافرمانیوں سے توبہ کرتا ہوں اور ان تمام ممنوعہ کاموں سے بیزاری اختیار کرتا ہوں اور صدق دل کے ساتھ عہد کرتا ہوں آئندہ اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے مطابق زندگی بسر کروں گا اور میں خلوص نیت اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له واشہدان محمد عبدہ ورسولہ۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم آمنت باللہ وملائکۃ کتبہ ورسولہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت۔

ان کلمات کا تکرار کرو اگر حضرت شیخ بندگی قدس سرہ طالب کا ہاتھ پورے ادب کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لیتے اور مقرض چلا کر اسے اپنا مرید بنا لیتے اور اسے خوشخبری سناتے کہ اب تم حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے سلسلہ شریفہ میں داخل ہو گئے ہو جو تمہارے لیے نیک بختی کی علامت ہے کیونکہ آپ کا دامن فیض فیاض بڑا وسیع ہے۔

یاران طریقت کے لیے غیب سے طعام

منقول ہے ایک مرتبہ خانقاہ میں لوگوں کا اثر دہام ہوا۔ اور دو روز دیک سے بڑی مخلوق حاضر تھی۔ صداقت کی نشانیوں کے آفتاب شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ پر حالت استغراق کا غلبہ ہوا۔ اُس وقت طبع مبارک مازک پر وقت گراں گزرا۔ آپ اٹھے اور ویرانے کی جانب چل دیئے چند لائٹ مآب اصحاب بھی آپ کے پیچھے چل پڑے۔

صحرا کے ایک گوشے میں جہاں چاروں طرف درخت تھے اور درمیان میں ایک خوبصورت مصفا زمین پر تشریف فرما ہو گئے تین شب و روز تک وہیں مقیم رہے۔ یاران با وفا بھی کچھ فاصلے پر پڑے رہے۔ ایک رات چاندنی بہت روشنی بکھیر رہی تھی بوقت تہجد شیخ عبدالوہاب نے شیخ بہاؤ الدین سندھی جو کہ حقائق و معارف کی بزم کے رند کے طور پر معروف تھے۔ کہا کہ چاندنی عجب نظارہ پیش کر رہی ہے۔ شیخ بہاؤ الدین نے کہا ہاں ایسا ہی ہے لیکن تین دن کی فاقہ کشی کے باعث مجھے چاندنی اچھی نہیں لگ رہی۔

پھر شیخ بہاؤ الدین نے کہا اگر کھانے کو کچھ میسر ہو جائے تو چاندنی بھی بھلی معلوم ہوگی۔ حضرت شیخ داؤد قدس سرہ اپنی نشست سے اٹھے اور یاروں کے حلقہ میں تشریف فرما ہوئے۔ اور زیر تبسم فرمایا یاروں میں کیا بات چل رہی ہے۔ شیخ عبدالوہاب نے شیخ بہاؤ الدین کی طرف دیکھا۔ جب کوئی چارہ نظر نہ آیا تو طعام کے ضامن میں جو بات ہوئی تھی اسے دہرا دیا۔ صفات محمودہ کے مالک حضرت شیخ بندگی یہ سن کر بہت مسکرائے اور شیخ بہاؤ الدین کی اس سادہ لوحی کو پسند فرمایا۔ اپنی زبان فیض ترجمان سے چند جملے فرمائے جو یاروں کے لیے تسکین کا باعث تھے۔ چند لمحوں کے بعد ایک شخص روٹیوں کا خوان اور کھیر کی دیگ اور پیسی ہوئی مہری لے کر حاضر خدمت ہوا۔

شاہ جو دو سخا نے فرمایا یہ سب کچھ بہاؤ الدین کے آگے رکھ دو تا کہ چاندنی کے نظارے سے لطف اندوز ہو سکے۔ کچھ دیر بعد ایک اور خوان لایا گیا جس میں روٹیوں کے ساتھ حلوہ تھا فرمایا بہاؤ الدین اس خوان سے بھی لطف اٹھا کر چاندنی کا نظارہ کرو۔ جب نماز فجر ادا کر چکے تو ایک اور شخص گوشت کی دیگ اور روٹیاں لے آیا۔ تو حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا بہاؤ الدین ابھی چاندنی کے نظارے کا وقت باقی ہے۔ آپ دن کے چار پہر وہاں تشریف فرما رہے۔ اس دوران انواع و اقسام کے طعام کی استعداد فراوانی ہوئی کہ اصحاب

اُسے سنبھالنے سے عاجز آ گئے۔ تب سر رہانی مطلع انوار سبحانی شیخ داؤد بندگی کرمانی قدس سرہ السامی اٹھے اور فرمایا ہم اپنے دوستوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے اس سے بہتر چیز مانگتے ہیں اگر وہ مل جائے تو یہ سب کچھ بیچ ہے۔

ذره ذره خدا در دل ترا

بہتر از ہر دو جہاں حاضر ترا

ترجمہ: ترے دل میں عشق خدا کا ذرہ تیرے لیے دونوں جہان سے بہتر ہے۔

شیخ الافاق حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ کے تصرف کا یہ ادنیٰ سا کرشمہ تھا۔ جو صحرا میں خوانِ نعمت کی اس قدر فراوانی ہوئی۔ اُس گھڑی آپ خوش وقت تھے۔ اور مردانِ غیب خوان پر خوان لاتے رہے اور آپ محفوظ ہوتے رہے۔ یا رانِ طریقت کے ساتھ یہ آپ کا زالے انداز کا مزاح تھا۔

غوث الاعظم کا عتاب

منقول ہے ایک روز طالبین کی ایک جماعت ارادت کی نیت سے حاضر ہوئی اُس روز موسمِ خاصا گرم تھا حضرت شیخ بندگی قدس سرہ نور محل میں تشریف فرما تھے خادم نے ان لوگوں کے آنے کی اطلاع دی آپ نے فرمایا یہ لوگ پہلے غسل کر لیں پھر حاضر ہوں وہ غسل کرنے باہر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت شیخ ننگے پاؤں تیزی سے باہر آئے اور ان طالبوں کو فوراً واپس بلا لیا اور بغیر غسل کے انہیں اُسی وقت بیعت سے سرفراز فرمایا۔ چند احباب کبار نے اس طرح خلاف معمول بغیر غسل کے اس جماعت کو مرید کرنے میں پوشیدہ حکمت کے بارے میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا اس دوران حضور غوث الثقلین نے بڑا عتاب کیا اور فرمایا لوگوں کے دل شیطان کے منہ میں ہیں اور میں پورے اہتمام کے ساتھ

ان کے دلوں کو پھیر کر تیرے پاس بھیجتا ہوں تاکہ کل قیامت کے دن حق تعالیٰ کے حضور میری حجت قائم ہو اور اسی وسیلے سے ان کے گناہوں کے عفو و درگزر کی درخواست کروں۔ اور تو انہیں غسل اور غرارے کے لیے بھیجتا ہے ممکن ہے اسی اثنا میں کسی کا دل پھر شیطان کے منہ میں چلا جائے اور وہ سعادت سے محروم رہ جائے۔ جلدی سے انہیں مرید کر غسل و غسل کی ضرورت نہیں حضرت شیخ بندگی نے فرمایا اس عتاب کے سبب انہیں اُسی وقت مرید کیا اور حضرت غوث العالین رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کی۔

شیخ داؤد بندگی اور مخدوم الملک

خریدہ الاصفیاء میں مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں۔ شیر گڑھ میں جن دنوں سلطان الطریق حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ العزیز الغفار ارشاد و تلقین میں مشغول تھے اور آپ کی خانقاہ کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل گئی یہ زمانہ سلیم شاہ سوری کا تھا جو ہندوستان کا فرماں روا تھا۔ اور مخدوم الملک عبداللہ سلطانپوری جو کہ شریعت کے پاس دار اور بدعت کے سخت مخالف تھے اور شاہی دربار میں خاص رسوخ حاصل تھا اور بعض مسائل پر اختلاف کی بنا پر علما اور صلحا کے درپے آزار تھے اور کئی علماء اور درویشوں کو سخت سزا میں دلوں چکے تھے۔ وہ حضرت شیخ بندگی کی طرف بھی متوجہ ہوئے اور سلیم شاہ سوری کا شاہی فرمان بھجوا کر آپ کو دربار شاہی میں طلب کر لیا آپ کی خانقاہ کے درویشوں میں اضطراب پھیل گیا کیونکہ مخدوم الملک اپنی سخت گیری کے باعث بہت مشہور تھے۔ حضرت شیخ بندگی کو بھی شاہی فرمان بڑا ناگوار گذرا۔

خاص مصاحبین کے باہم مشورہ سے آپ نے اپنے دو خدام کو ساتھ لیا اور روانہ

ہو گئے۔

سلیم شاہ سوری ان دنوں قلعہ کوالیار میں مقیم تھا ابھی قلعہ کوالیار سے باہر تھے کہ مخدوم الملک سے سامنا ہوا۔ مخدوم الملک حضرت شیخ داؤد بندگی کو دیکھ کر اور مختصر سی گفتگو سے بڑا متاثر ہوا۔ اور جمال حیدری کی تاب نہ لا سکا اور آپ کے جمال باکمال اور زہد و ورع کے آثار دیکھ کر یقین ہو گیا کہ آپ کاملین میں سے ہیں بڑی عزت و اکرام کے ساتھ حضرت شیخ کو واپس تشریف لے جانے کے لیے کہا۔ دوران گفتگو آپ نے مخدوم الملک سے اپنی طلبی کا سبب دریافت فرمایا۔ تو اُس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے مرید ذکر کرتے وقت یا داؤد یا داؤد کا ورد کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہے یہ اشتباہ سماع ہے یعنی سننے والے کی خطا ہے وہ تو یا دود دیا دود کا ذکر کرتے ہیں۔

یہ سن کر مخدوم الملک خاموش ہو گیا۔ حضرت شیخ نے اُسے کچھ نصیحت بھی فرمائی اور اعزاز کے ساتھ واپس شیر گڑھ تشریف لائے۔ اور خلق خدا کی رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے۔

میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور عرس مبارک شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سید محمد حیدر نے اپنے مقالہ میں لکھا ہے حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ العزیز کی خانقاہ میں ہر سال ایک عظیم اجتماع منعقد ہوتا تھا جو بسلسلہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور عرس مبارک شاہ جیلانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ بڑے تزک و احتشام سے انعقاد پذیر ہوتا اس روح پرور اجتماع میں کم و بیش ایک لاکھ لوگ شریک ہوتے ذکر و فکر کی محافل منعقد ہوتیں اور خلق خدا و الہانہ انداز میں ان روحانی اور نورانی محافل میں ذکر کرتے۔ اختتام پر تمام لوگوں کو لنگر شریف کی غیافت میں شامل کیا جاتا اور کوئی شخص ایسا نہ ہوتا جسے لنگر نہ ملتا۔ یہ حضرت شیخ بندگی کا ہی تصرف تھا۔

مفلوج اندھے گونگے اور بہروں کو شفا مل گئی

مقامات داودی میں لکھا ہے ایک مرتبہ حضرت شیخ بندگی قدس سرہ پر وجد و حال کی ایسی حالت طاری ہوئی اس روز جو بھی اندھا کونگا بہرہ اور اپانچ آپ کی نظر سے گذرا شفا یاب ہو گیا۔ ہر چند کہ ان لوگوں کے یہ روگ سالہا سال سے تھے اور وہ پورے طور پر شفا یاب ہوئے۔ جیسے نہیں کبھی یہ روگ تھا ہی نہیں۔

اس روز اس مطلع انوار افتخار الابرار کی نگاہ کیہیا سے کم و بیش بیس کے قریب ایسے ما مراد لوگ تھے جو با مراد ہوئے اور انہوں نے عافیت و اطمینان پایا۔

درویشوں کی آزمائش گھٹیا فعل ہے

روایت ہے کہ سید شہاب الدین بخاری جن کا تعلق جھنی وال سے تھا صحیح النسب سادات سے تھے ان کے بزرگوں کا مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے ارادت و خلافت کا تعلق تھا۔ ایک روز حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کی زیارت کی نیت سے آستانہ فیض نشان کی طرف روانہ ہوئے تو اثنائے راہ میں دل مادان نے بطور آزمائش یہ طے کر لیا کہ اگر حضرت شیخ بندگی میرے پہنچنے سے قبل ہرنی کے گوشت کے کباب اور تازہ دہی تیار کروائیں اور میرے پہنچتے ہی سامنے رکھ دیں تو بالیقین وہ شیخ کامل اور عارف مکمل ہیں اور پھر میں صدق و یقین کے ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا۔ اور اگر میری اس خواہش میں تاخیر ہو یا کوئی اور کھانا دیں تو وہ کالمین میں سے نہیں ہیں۔ ابھی سید شہاب الدین راستے میں ہی تھے کہ حضرت شیخ بندگی نے لنگر کے منتظم میر قبا کو طلب کر کے فرمایا۔ کہیں سے ہرنی کا گوشت لا کر اسی وقت کباب تیار کرے اور تازہ دہی لے آئے۔ منتظم لنگر کو حیرت ہوئی کہ ہرنی کا گوشت کہاں سے آئے گا۔ قدرت خداوندی سے ایک ہرنی کافی دیر سے خانقاہ کے صحن میں پھر

رہی تھی۔ وہ اس وقت بالا خانہ کی چھت پر چڑھ گئی اور اس نے چھلانگ لگا دی اس کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔ ہرنی نے اس عجیب انداز سے خود کو وصالِ اقدس پر فدا کر دیا۔ اسے اسی وقت ذبح کر دیا۔ اور اس کے کباب تیار کر لیے گئے۔ اور تازہ دہی بھی دستیاب ہو گیا۔ اسی وقت شیخ شہاب الدین پہنچے۔ انگری نے دسترخوان لگا کر ہرنی کے گوشت کے کباب اور تازہ دہی رکھ دیا۔

یہ دیکھ کر اس شہاب الدین بخاری کے اوسان خطا ہوئے۔ اور چادر گردن میں ڈال کر زمینِ محبت کو بوسہ دیا اور شرمندگی کے عالم میں دیر تک حضرت شیخ کے پائے اقدس پر اپنا سر رکھ کر گریہ زاری کرتا رہا۔ آپ نے فرمایا درویش و فقرا کے وسیلے سے دینی مرادیں اور یقینی اسرار مانگنے چاہیں۔ درویشوں کی آزمائش محض کھانے پینے کی چیزوں سے کرنا گھٹیا فعل ہے۔ ایسے لوگ صدق و یقین کی پائیدار دولت سے محروم رہتے ہیں۔ ممکن ہے کسی موقع پر درویش اس طرف توجہ نہ کریں تو اس وقت کرامت کا معاملہ کہاں انجام پذیر ہوگا پھر سید شہاب الدین بخاری کی استدعا پر انہیں بیعت سے مشرف فرمایا۔ اور آپ حضرت شیخ بندگی کے خلفائے شمار ہوتے ہیں۔

از صد سخن پیرم یک نکتہ مرا باد است

عالم نشود ویراں تا میکدہ آباد است

ترجمہ: مجھے اپنے پیر کی سینکڑوں باتوں میں سے ایک نکتہ ابھی تک یاد ہے کہ جب تک میکدہ (روحانیت) آباد ہے یہ جہاں ویراں نہیں ہو سکتا۔

دین محمدی کی سر بلندی کے لیے آگ میں بیٹھ جانا

عارفوں کے پیشوا اور سالکوں کے رہنما حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ العزیز الغفار اپنی خانقاہِ عظمت نشان میں خاص مسند پر متمکن تھے۔ ہر طرف سے لوگ جلوہ

جاہاں کے دیدار کی دولت سے مشرف ہو رہے تھے۔ اور دور دراز کا سفر کر کے آنے والے لوگ اس شاہ خواہاں کی ایک جھلک دیکھ کر سفر کی صعوبتوں سے بے نیاز ہو رہے تھے۔ اسی دوران حالت خاص وارد ہوئی تیزی سے اُٹھے اور صحرا کی طرف چلے گئے۔ اور فرمایا کہ شیخ کمال اور شیخ بابو (یعنی شیخ عبدالوہاب) کے سوا اور کوئی ساتھ نہ آئے۔ بجانب مغرب جب دو کوس کا فاصلہ طے کر لیا تو صحرا کے ایک گوشے میں کھڑے ہو گئے اور حکم دیا فوراً ایندھن اکٹھا کرو اور خود بھی لکڑیاں اکٹھی کرنے میں مشغول ہوئے۔ جب ایندھن اس قدر اکٹھا ہو گیا کہ بلند چبوترے کی صورت اختیار کر گیا تو اسی اثنا میں ایک مازک بدن صورت جمال سے آراستہ شخص مغرب کی جانب سے آیا اور حضرت شیخ کے ساتھ عربی میں مکالمہ و مباحثہ کرنے لگا کافی دیر تک گفتگو کے بعد اس جوان نے اس بات پر اصرار کیا کہ اگر آپ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں تو اپنے آپ کو آتش سوزاں میں ڈال دو اگر آپ اس سے صحیح سلامت باہر نکل آئیں تو میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے معجزے کا قائل اور پورے یقین و اعتقاد کے ساتھ اسلام قبول کر لوں گا۔ ورنہ یہ عقلی اور نقلی دلائل سے قطعی مطمئن نہ ہوں گا۔ وہ جوان نیچری اور دہریہ مذہب کا پیروکار تھا اور عقائد باطلہ رکھتا تھا۔

چنانچہ عشق و عرفان کے شاہباز رشد و ہدایت کے آفتاب حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ اسی وقت ایندھن کے بلند ڈھیر میں آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے۔ اور خدام کو فرمایا چاروں طرف سے آگ بھڑکا دو۔ شیخ کمال نے آگ لگانے میں کسی قدر تاثر کیا تو حضرت شیخ نے فرمایا غم نہ کر غوث العالمین کی مجھنا سید حاصل ہے۔

چنانچہ چاروں طرف سے اس ڈھیر کو آگ لگا دی گئی شعلے بلند ہو جانے لگے۔ حضرت شیخ اس وقت تک اس میں تشریف فرما رہے جب تک وہ لکڑیاں خاک کا ڈھیر نہ بن گئیں۔ لیکن آتش وحدت کے اس سمندر کو معمولی خراش تک نہ آئی تا آنکہ آگ پوری

طرح بچھ گئی۔ اور حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ آگ سے باہر تشریف لائے وہ یہ دیکھ کر ورطہ حیرت میں ڈوبا کہ حضرت شیخ کے لباس تک کو آگ کا معمولی سا بھی اثر نہیں ہوا۔ اس مشاہدے کے بعد وہ مدہوش و بے ہوش ہو گیا۔ ہوش آنے پر پکار اٹھا یا شیخ میں اپنے مذہب سے بیزار ہوا۔ اور میں دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوتا ہوں۔ حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ کے دست پد بیضا میں اس نے اپنا ہاتھ دیا اور دولت اسلام سے سرفراز ہوا۔ اور حضرت شیخ بندگی نے دین اسلام کی حقانیت پر کچھ کلمات بھی فرمائے اور وہ شخص اپنے فاسد عقائد سے تائب ہوا پھر حضرت شیخ نے اس کو ذکر اذکار کی تلقین سے نوازا اور اسی وقت اسے رخصت کر دیا۔ غلاموں نے عرض کیا حضور آثر یہ شخص کون تھا اور اچانک کیسے نمودار ہوا۔ معرفت و حقیقت کے بادشاہ شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ نے فرمایا۔ وہ شخص بد مذہبوں کے گروہ کا پیشوا تھا اور ریاضت میں یدِ طولی رکھتا تھا اور اُسے استدراج حاصل تھا۔ (استدراج کا معنی کسی کافر سے عجائبات کا ظاہر ہونا) اور اسے یہ کمال حاصل تھا کہ ایک ساعت میں مشرق تا مغرب تک ٹہل لیتا تھا۔ جیسے ہندو جوگی سخت ریاضت کر کے ہوا میں اڑتے ہیں اب رب ذوالجلال کے حکم سے وہ اس فقیر کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور سلسلہ قادریہ میں داخل ہو گیا۔

آگ میں بیٹھے والی کرامت کے ظہور پذیر ہونے پر آپ کو سید احمد انیم داؤد

بندگی بھی کہا جاتا ہے۔

یقین مثل خلیل آتش نشینی
یقین اللہ مستی خود گزینی
سن اے تہذیب حاضر کے گرفتار
غلامی سے بدتر ہے بے یقینی

تکبر کا علاج

منقول ہے ایک روز عبدالسلام نامی مرید خاص مدت مدید کے بعد پائنتوی کے لیے حاضر ہوا اور گلے میں پکا ڈال کر بھرموں کی طرح خدمت میں دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ اور بڑی عاجزی کے ساتھ عرض کیا مجھ حقیر فقیر کو تائب فرمائیں اور تجھ پر بیعت کی سعادت نصیب فرما کر چلہ کشی کا حکم فرمائیں۔ تاہم میرے دل میں جو تکبر بھر گیا ہے اس کا علاج ممکن ہو۔ حضرت شیخ بندگی نے فرمایا چلہ کشی سے تکبر کی بیماری کا علاج ممکن نہیں بلکہ چلہ کرنے سے تیرے اندر تکبر میں اور اضافہ ہوگا اور تو اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر خیال کرے گا کیونکہ اس طرح لوگ تجھے بے فائدہ اور فضول قسم کا احترام دیں گے جس سے تیرا نفس اور سرکش ہوگا اگر تو سچا مسلمان بننا چاہتا ہے اور غرور تکبر کے مرض کے علاج کا خواہاں ہے تو جا جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کر اور مسجد کے کنویں سے پانی نکال اور بدتن سر پر رکھ کر لوگوں کو پانی پلا۔ اور واقف کار لوگوں کے گھر سے بھیک مانگ کر بھوکوں کو کھانا کھلا ایسا کرنے سے تیرا نفس مردہ ہو جائے گا اور تیرا کبر و تکبر دور ہو جائے گا۔

سلیم شاہ سوری کا زوال

سلیم شاہ سوری کے دور افتادگی میں جب درویش آزاریاں حد سے تجاوز کر گئیں تو ایک دن رازدار بحر حقیقت حضرت شیخ سید داؤد بندگی کرمانی قدس سرہ السامی نے فرمایا اب افغانوں کے زوال کا وقت شروع ہو گیا ہے اور ان کی حکومت چند روزہ ہے حضرت شیخ بندگی کی زبان درفشاں سے نکلے ہوئے ان الفاظ کا چہ چا گھر گھر ہوا۔ اور لوگ صبح و شام اس پیش گوئی کے ظہور کا انتظار کرنے لگے۔ کیونکہ لوگوں کو یقین تھا کہ حضرت شیخ کا فرمان پورا ہو کر رہے گا۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ انتہائی قلیل عرصے میں سلیم شاہ سوری کو ایسا مرض لاحق ہوا جس کی

تشخیص سے حکماء و طبیب عاجز آ گئے اور اسکے آخری ایام بڑی بد حالی میں گزرے اس کا بیٹا بھی قتل ہو گیا۔ اس طرح اس کی نسل ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گئی۔ اور افغان حکومت دیکھتے ہی دیکھتے خس و خاشاک کی مانند بہہ گئی۔

سلیم شاہ سوری انتقال کر گیا اور حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کا فرمان پورا ہوا۔

نہیں ہے فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا

یہ نگہ کی تیغ بازی وہ سپہ کی تیغ بازی

شاہ ابوالعالی کو غوث پاک کا دیدار ہونا

حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ بے مثال عاشق لالہ ابالی سید خیر الدین شاہ ابوالعالی رحمۃ الایزائی فرماتے ہیں کہ ابتداء میں مجھے حضور غوث اعظم دیکھ کر رضی اللہ عنہ کے دیدار کی دولت کا ادراک باطن میں ہوا اور میں اس بلند شان واقع کا ذکر پاس ادب حضرت شیخ بندگی سے نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ ایک دن آپ نے نور باطن سے آگاہ ہو کر فرمایا۔ آج کل ہی تجھے حضور سیدی غوث معظم رضی اللہ عنہ کے با عظمت آستانے پر لے جاؤں گا۔ خوش بختی کا منتظر رہ۔

حضرت شیخ بندگی کی زبان کو ہریان سے یہ نکر مجھ میں ایک نئی زندگی آ گئی۔ اور یہ جد مسرت کی بنا پر میں نے کھانے پینے اور سونے کا عمل ترک کر دیا کہ کب حضرت شیخ کرم فرمائیں۔ تا آنکہ بیداری اور نیند کی درمیانی حالت میں میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں تھام کر حضور غوث العالمین رضی اللہ عنہ کے حضور اقدس و عظمت میں لے گئے۔ اور اس ملائکہ آشیان آستانے کی خاک بوسی سے مشرف فرمایا اور اس فریوس مثال جمال کا مشاہدہ میسر آیا حضور غوث العالمین نے حضرت شیخ داؤد کو بائیں جانب والی نشست عطا کی جبکہ دائیں جانب ایک رفیع الشان مرتبے کے مالک عبدالعالی فروکش تھے شاہ ابوالعالی کو گمان

ہوا کہ شاہد عبدالعالی زیادہ مرتبے کی بنا پر دائیں جانب تشریف فرما ہے اور ممکن ہے کہ یہ شخص میرے شیخ ہندگی کی نسبت حضور غوث پاک کے زیادہ قریب ہے جو اسے دائیں جانب نشست ملی ہے۔ اس خیال کے آتے ہی حضرت قطب ربانی محبوب سبحانی غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے کمال لطف و عنایت کی نظر سے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے ابوالعالی الداؤد قلبی (داؤد میرا دل ہے) اور القلب جانب الایسر (اور دل بائیں جانب ہوتا ہے) شاہ ابوالعالی فرماتے ہیں یہ الفاظ سنتے ہی مجھے اس تذبذب سے نجات مل گئی۔ اور بارگاہ غوثیت میں اپنے شیخ ہندگی کی نسبت اور قرب کا مجھے کماحقہ علم ہو گیا۔

بادشاہ ہر دو عالم شیخ عبدالقادر است

سرور اولاد آدم شیخ عبدالقادر است

معنی کے گانے سے کیفیت کا ہونا

منقول ہے کہ شیخ المشائخ سید داؤد ہندگی قدس سرہ کے دولت کدہ کے قریب ہی ایک معنی ولیا نامی رہتا تھا ایک دن وہ کسی ساز کی دھن پر اشعار پڑھتا ہوا آپ کے خم خانہ کے پاس سے گزر رہا تھا۔

اشعار کا مفہوم یہ تھا کہ میں نے مقدس بزرگوں کے آستانوں پر قربانیاں پیش کیں اور چڑھاؤے نذر کیے تب کہیں میرا محبوب رانجھا میرے گھر آیا اور میں نے اس سے بیاہ رچا لیا میں نے نہ کسی قاضی اور ملا کو گھر بلایا کہ وہ آ کر شریعت کے مطابق میرا عقد نکاح باندھے۔ جو نبی عشق و عرفان سے۔ مزین ان اشعار کے بول آپ کی سماعت تک پہنچے تو

آپ پر ایک خاص وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔

اور آپ نے جنگل کی راہ لی اور کئی دن تک اسی کیف و مستی کے عالم میں جنگل میں گھومتے رہے۔ اور مئے عشق کے جام نوش کرتے رہے۔

کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی

روایت ہے کہ وہ پالپور کے مضافات کے ایک قصبہ میں شیخ عمر نام کے ایک صالح اور نیک فطرت بزرگ رہتے تھے وہ رشد و ہدایت کے حصول کی خاطر ہر ہفتے دو تین مرتبہ حضرت شیخ بندگی کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ اس پر خصوصی توجہ فرماتے۔ شیخ عمر کا بیان ہے کہ بہت سلوک کے آغاز میں چند یاران طریقت کے ساتھ اکثر راتیں حضرت شیخ بندگی کی خانقاہ میں ریاضت و عبادت میں بسر کرتے اور حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کا معمول تھا کہ رات کو خانقاہ آسمان جاہ سے نکل کر دور دراز مقام کی طرف چلے جاتے اور مشغول رہتے۔ ایک رات میرے ساتھیوں کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ حضرت شیخ کے پیچھے باہر آئیں اور دیکھیں کہ آپ کہاں جاتے ہیں۔ اور کس طرح مشغول ہوتے ہیں چنانچہ ہم اس منظر نور کے پیچھے دوڑ نکل گئے۔ اچانک ہم دریائے بیاس کے کنارے پہنچے تو دیکھا کہ حضرت شیخ پاپوش (جوتوں) سمیت پانی سے گزر گئے۔ ہم نے سمجھا کہ پانی کم ہے لہذا بلا سوچے سمجھے پانی میں پاؤں ڈال دیئے پانی بہت گہرا تھا اور ہم ڈوبنے لگے حضرت شیخ نے جب پانی کے اندر ہمارا اضطراب ملاحظہ کیا تو آواز دی کہ اے عمر ساتھیوں سمیت باہر نکل آؤ اور واپس چلے جاؤ۔ یہ آواز آواز سنتے ہی دریا کا پانی سراب کی صورت اختیار کر گیا۔ اور ہم لوگ یوں باہر آئے جیسے ہموار زمین پر چل رہے ہوں۔

یار مردان خدا باش کہ در کشتی نوح

ہست خاکی کہ بانی نخر د طوفان را

ترجمہ: دوستان خدا کا ساتھی بن کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں ایسی خاک ہے جس کے آگے طوفان کی کوئی حیثیت نہیں۔

شہنشاہ اکبر کا ملاقات کے لیے اشتیاق

منتخب التواریخ میں ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے۔ سلہویں صدی عیسوی میں شیر گڑھ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی عظیم الشان خانقاہ جو صوفیاء علماء کے ساتھ ساتھ عوام الناس کی توجہ کا مرکز ہے جہاں عظیم خدا رسیدہ صوفی باصفا حضرت شیخ سید داؤد بندگی قادری کرمانی قدس سرہ کے تبحر علمی اور روحانی فیوض نے عجب ہنگامہ برپا کر رکھا ہے جہاں سے علم و حکمت کے متلاشی ہندوستان کے طول و عرض سے آ کر اپنی تشنگی کا سامان کرتے ہیں۔ ہندوستان کا فرمانروا جلال الدین محمد اکبر جب پاکپتن شریف شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ الرحمان کے مزار اقدس کی زیارت فیض بشارت کے لیے جا رہا تھا تو شیر گڑھ سے کچھ فاصلے پر قیام کیا۔ اور بادشاہ کو حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کی پاکیزگی اور زہد و ورع کے بارے میں علم ہوا۔ تو اُس نے اپنے ایک خاص مصاحب نواب شہباز خان کمبہ کو حضرت شیخ کی خدمت میں روانہ کیا اور ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ شہباز خان کمبہ مشائخ کا عزت و اکرام کرنے والا تھا۔

اُس نے خدمت میں حاضر ہو کر بادشاہ کا پیغام پہنچایا اور حضرت شیخ بندگی کے نیاز حاصل کیے۔ آپ کے استغنا کا یہ عالم تھا کہ آپ نے بادشاہ سے ملاقات سے معذرت کا اظہار فرمایا۔ اور شہباز خان کمبہ سے فرمایا بادشاہ دعا کا طالب ہے تو میں اس کو شہ محبت میں بھی دعا کرتا ہوں فقیر بادشاہ کے لیے دعا کو ہے فرمایا مجھے صاحبان اقتدار سے کوئی سروکار نہیں بادشاہ سے کہا طمینان خاطر رکھے اور میں دعاؤں میں اُسے یاد رکھتا ہوں۔

شہباز خاں کبوتر حضرت شیخ بندگی کے ارشادات سن کر اور آپ کی زیارت کر کے بڑا مسرور ہوا۔ آپ نے چند نصیحتوں کے ساتھ اُسے رخصت کیا۔

ایک گانے والے کی دلجوئی کرنا

حضرت شیخ بندگی قدس اللہ سرہ العزیز کا یہ معمول تھا کہ مہمانوں اور مساکین کو کھانا کھلاتے وقت دسترخوان خود بچھاتے تھے۔ اور ہر کسی کو اس کی کفایت کے مطابق کھانا دیتے۔ چنانچہ ہر فرد کو دو روٹی اور ایک قاب مان خورش (سالن) دو آدمیوں کے لیے ہوتا ایک روز آپ نے دیکھا کہ دسترخوان پر موجود لوگوں میں ایک شخص اکیلا کھانا کھا رہا ہے کوئی بھی اُس کے ساتھ شامل نہ تھا۔ آپ نے خادم سے پوچھا یہ شخص کون ہے اور اس کا نام کیا ہے اُس نے عرض کیا اس کا نام عبد اللہ ہے اور اس کا تعلق کوئوں کی جماعت سے ہے یعنی (گانے والے) حضرت شیخ نے اُسے مخاطب کر کے فرمایا۔ اے عبد اللہ یہ لوگ تیرے ساتھ مل کر کھانے کو اچھا نہیں سمجھتے۔ تم اپنی قاب اٹھاؤ اور میرے پاس لاؤ ہم مل کر کھاتے ہیں۔ حالانکہ آپ کا معمول تھا کہ مجلس میں بیٹھ کر کبھی نہ کھاتے۔ اُس روز آپ نے عبد اللہ کی دلجوئی کی خاطر اُس کے ساتھ چند لقمے تناول فرمائے اور اُس کی قدر و منزلت میں اضافہ کیا۔ سب نے یہ منظر دیکھا تو اُس کھانے کا ذرہ ذرہ تبرک کے طور پر عبد اللہ کے آگے سے لے اُڑے۔ اور پوری عقیدت کے ساتھ اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔ حضرت شیخ کے عبد اللہ کے ساتھ کھانے کے باعث اُس کی عبادت اور تلاوت کے ساتھ رزق بھی وافر ہو گیا۔ اور وہ زمانے میں باعزت ہو گیا۔

یک ذرہ عنایت توئی بندہ نواز

بہتر از ہزار سالہ تقویٰ نماز

ترجمہ: اے بندہ نواز تیری عنایت کا ایک ذرہ ہزار سالہ تقویٰ و نماز سے بہتر ہے۔

اہل سنت والجماعت کے طریقہ کی حفاظت

مقامات داؤدی کے مصنف عبدالباقی بن جان محمد نے لکھا ہے حضرت والا شان عالی مقام شیخ سید داؤد بندگی قادری کرمانی قدس سرہ السامی ایک روز دریائے پٹھانہ کے کنارے موسم برسات میں یہ دریا بغداد شریف کے دریائے دجلہ کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔ حضرت شیخ بندگی کنارے درختوں کے سائے میں تشریف فرما تھے مریدین کی ایک جماعت زاہدوں کی برہان عارفوں کا نشان اور عشاق کی آن کے مالک کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھی آپ نے شریعت مظاہرہ کی فضیلت اور طریقہ اہل سنت والجماعت کی حفاظت کے متعلق بیان فرما کر اہل مجلس کے دلوں کو خوب گرم اور نرمادیا اسی اثنا میں فرمایا۔ عزیز ویا در کھو مومن کا ایمان شیشے سے بھی مازک تر اور آہن و فولاد سے بھی زیادہ سخت ہے اس لیے کہ مومن بندہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے کافر نہیں ہوتا۔ اس صورت میں اس کے ایمان کو سخت تر کہا جاسکتا ہے۔ اور اگر وہ گناہ صغیرہ کو معمولی جانتا ہے یا اچھا گردانتا ہے یا اُس کی اباحت کی طرف مائل ہوتا (اسے جائز سمجھتا) ہے تو بلاشبہ دائرہ اسلام میں جگہ نہیں پاتا۔ اس لحاظ سے مازک تر ہے۔ چنانچہ فقہ کی کتب میں لکھا ہے کہ ایک مومن مسلمان شراب اور زنا جیسے فعل کو قبیح جانے تو اس کا ایمان سلب نہیں ہوتا اور اگر وہ ان گناہوں کو اور منکرات کو جائز اور حلال سمجھتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ یعنی اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے اور دولت ایمان کی بدولت ہی ایک مسلمان مومن کہلاتا ہے۔ اور تعجب ہے آج بعض لوگ امر اور نہی میں امتیاز ہی نہیں کر پاتے۔ اور ایسے خام درویش پیدا ہو گئے ہیں جو اہل سنت و الجماعت کی راہ ہی سے شناسا نہیں ہیں۔ عمر عزیز کو نشہ آور اشیا اور وہ افعال جن سے منع کیا

گیا ہے میں بسر کرتے ہیں۔ اور یہ بد قماش لوگ خرابات اور حرام خوری کو بھی حاصل زندگانی سمجھتے ہیں اور خود کو ایک خدا کے ماننے والا یعنی موحد سمجھتے ہیں۔ اور محبوب حقیقی کا وصل نصیب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اگر بغور ان لوگوں کا جائزہ لیا جائے تو یہی لوگ ملحد ہیں۔ شیطانی وسوسوں اور نفسانی خواہشات نے انہیں اندھا اور بہرہ کر رکھا ہے۔ وہ قطعاً یہ نہیں جانتے۔ کہ وہ کس مقام سے آئے ہیں اور واپس کہاں جانا ہے۔ افسوس صد افسوس کہ پاک مقام سے آئے اور پلید ہو کر جا رہے ہیں۔

واہ چہ رسمت درین دیر کہ قانع شدہ اند

شاہبازان طریقت بمکان گمسی

ترجمہ: واہ اس دنیا میں کبھی رسم ہے کہ طریقت کے شاہباز کبھی کے مقام پر قناعت کیے بیٹھے ہیں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف فرما ہونا

منقول ہے کہ موسم گرما کی ایک رات حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ اپنے چند درویشوں کے ساتھ درود پاک کا ورد کرنے میں مشغول تھے اور یہ وجدانی و نورانی ذکر بلند آواز لہن ارجمند کے ساتھ جاری تھا آخر شب (یعنی آخری پہر) اچانک حضرت شیخ بندگی ننگے پاؤں شمالی چبوترے کی طرف مستانہ وار لپکے اور بڑے خشوع و خضوع اور نیاز مندی سے چند ساعتیں کھڑے رہے۔ جب واپس مسند مبارک پر تشریف لائے تو یاران طریقت نے عرض کیا یا شیخ یہ کیا ماجرا ہے۔ اس طرح دیوانہ وار دوڑنے میں کیا حکمت کا فرما ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا جب تم لوگ درود شریف کا ورد کر رہے تھے تو رسالت پناہ شاہ دو جہاں

سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوئے اور بڑے مسرت و شادمانی کے عالم میں التفات مرحمت فرمائی۔ یہاں تک کہ جسم اطہر سے پسینے کے چند قطرے نچکے جو زمینِ محبت پر گرے۔ جب صبح ہوئی تو درویشوں نے دیکھا اس مبارک جگہ پر تازہ سرخ پھول پڑے ہیں۔ سب حیرت میں مبتلا ہوئے کہ یہ پھولوں کا موسم نہ تھا۔ انہوں نے وہ پھول حضرت شیخ کو دکھائے۔ آپ نے فرمایا یہ پھول سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی پسینے مبارک سے ہیں جو رات کو جسم اطہر سے ٹپکا تھا

فقرو شاہی واردات مصطفیٰ است

ایں تجلی ہائے ذات مصطفیٰ است

فقیری و شاہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات ہیں یہ ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجلیات ہیں۔

مریدوں کو توبہ کی رغبت دلانا

حضرت شیخ بندگیِ قدس سرہ اپنے مخلصین اور درویشوں سے فرماتے۔ عزیز و توبہ کی مسلسل کوشش کرتے رہو اور قیامت کو قریب جانو۔ تندرستی کو غنیمت سمجھو۔ جہاں تک ممکن ہو سکے رات کے تیسرے پہر بیدار ہو کر تازہ وضو کر کے صلوٰۃ العاشقین کے دو رکعت نفل ادا کرو حق سبحان و تعالیٰ کو حاضر جانو اور توبہ نامہ قادر یہ پڑھو آدھی رات کے وقت حق تعالیٰ فرماتا ہے ”ہل من مذنب قد غفرت له و ہل من داع قد احیبت له“ آیا کوئی گنہگار ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں اور کوئی پکارنے والا ہے کہ میں اس کا جواب دوں۔

فرمایا جو شخص چالیس راتیں بلا غم بیدار ہو کر کلمہ تو حید کا ورد کرے تو حق تعالیٰ اس کے دل میں چراغِ قدرت روشن کر دیتا ہے۔ اور اُس کے باطن کے گوشے تجلیِ رحمانی اور مشاہدہ سبحانی سے منور ہو جاتے ہیں۔ اور دولتِ سرمدی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ ایسا شخص عالم ملکوت کے بہت سے عجائبات کا نظارہ کرتا ہے

نہ ہر نقش لومے بماند و لیک
جائے عمل ماند و نام نیک

ترجمہ: ہر تختی کی عبارت باقی نہیں رہتی لیکن نیک عمل کی جزا اور نیک نام ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

ملا عبد القادر بدایونی کا حاضر ہونا

مشہور مورخ اور محقق ملا عبد القادر بدایونی جو کہ شہنشاہ جلال الدین اکبر کے نورتنوں میں سے تھے اور بادشاہان کے علم و فضل سے بہت متاثر تھا اور ہر مشکل امور میں ان سے مشاورت کیا کرتا تھا۔ اور ان کے مشوروں سے کلی استفادہ کرتا تھا شہرہ آفاق تصنیف منتخب التواریخ جو کہ ملا عبد القادر نے اکبر کی فرمائش پر مرتب کی اسی کتاب میں ملا بدایونی لکھتے ہیں۔ کہ مجھے حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ کی زیارت کا بہت اشتیاق تھا۔ اور میں نے حضرت شیخ کے جامع کمالات ہونے کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا ایک مرتبہ شیرگڑھ میں آپ کی زیارت فیض بشارت کے لے حاضر ہوا اس پر فضا مقام پر آنے کے بعد یہ محسوس ہوا کہ یہاں کی ہواؤں میں جو خوشبو ہے وہ اس شہر کی عظمت کا پتہ دے رہی ہیں میں چار روز تک حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کی خانقاہ معظم میں مقیم رہا اور میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ داؤد کے جمال جہاں آرا میں کوئی ایسی چیز نظر آتی تھی جس سے دنیا کے صاحب جمال محروم ہیں۔ دوران گفتگو آپ تبسم فرماتے تو چہرہ انور پر ایسا نور چمک اُٹھتا جس سے دلوں کی تاریکیاں دور ہو جاتیں اور وجہ اللہ کا بھید نمایاں ہو جاتا۔

شرف ملاقات کے دوران آپ بڑی مہربانی سے پیش آئے۔ اور میرے چند اشکال کا بڑا شافی و کافی جواب دیا۔ اور مجھے بڑی مفید نصیحتوں سے نوازا۔ سب سے بڑھ کر جو کرم فرمائی کی اور بڑا اعزاز بخشا وہ یہ کہ اس وقت حضرت شیخ نے سر اقدس پر جو ٹوپی پہن رکھی تھی وہ مجھے عطا فرمائی۔ حضرت شیخ داؤد ہند کی قدس سرہ کو شریعت مطہرہ کا اس قدر پاس تھا کہ آپ کا کوئی بھی عمل سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متجاوز نہ تھا۔ آپ جامع شریعت و طریقت تھے۔ اور ان معمولات میں حظ نام رکھتے تھے۔

غیر مسلموں کا قبول اسلام

ملا بدایونی نے لکھا ہے کہ میرے چار روزہ قیام میں کوئی دن ایسا نہ تھا جس دن سو پچاس ہندو اپنے اہل و عیال کے ساتھ خانقاہ شریف میں حاضر ہوتے اور آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کرتے اور کفر و شرک کی غلامت سے اپنے آپ کو محفوظ کرتے آپ کی خانقاہ میں عجیب سماں برپا رہتا۔ جو دل کو سرور اور آنکھوں کو نور عطا کرتا۔ حضرت شیخ ہند کی قدس سرہ کے تقدس و ورع اور زہد دست روحانیت کا شہرہ تمام اطراف میں پھیل چکا تھا۔

حضرت شیخ کی خدا ترسی اور اخلاق و کردار کی بلندی نے لوگوں کے دلوں میں ایسی محبت ڈال دی تھی۔ کہ لوگوں کا ادب اور حیا دیکھنے کے لائق تھا۔ تیس برس کے عرصہ میں ان کے مریدوں میں صرف نو مسلموں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی تھی۔

اور لکھا ہے۔ کہ ہرم خان خانانخانماں کے زمانے ہی میں حضرت شیخ داؤد ہند کی قدس سرہ کی شہرت کا چہ چاسن رکھا تھا اور اس کے دل میں حضرت شیخ سے ملاقات کا اشتیاق روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا۔ چنانچہ جب ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو ان کے جمال با

کمال کو دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

آپ پیکر محبت اور عفو و درگزر کا عظیم نمونہ تھے۔ کسی کو بھی کسی طرح کی اذیت رسائی سے انہیں سخت نفرت تھی انسان تو انسان جانور کو بھی ضرر پہنچانے کے قائل نہ تھے نفس کشی اور پاپ کا بازی ان کا شعار زیست تھا۔

اور ہر ایسی شے سے بیزار تھے جو دنیاوی معاملات کی طرف مائل کر سکتی تھی۔

ملا بد ایوٹی کے مطابق۔ شیر گڑھ کی پر فضا وادی کا ما صرف پتہ پتہ اور ہونا ہونا نور خداوندی سے معمور تھا۔ بلکہ وہاں کی ہر ہر اینٹ اس کیفیت کی حامل نظر آتی تھی۔ حضرت شیخ کی خانقاہ میں روزانہ بے حساب ہدیے پیش کیے جاتے جو سب کے سب محتاجوں مسکینوں غریبوں اور مجبور مسافروں کے لنگر پر خرچ کر دیے جاتے سینکڑوں ہزاروں لوگ روزانہ خانقاہ کے لنگر سے فیض یاب ہوتے کوئی شخص بھوکا نہ رہتا۔

آپ کی سخاوت اور دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ سال میں دو تین مرتبہ ہر قسم کا نقد و اناج جوان کے پاس ہونا غریبوں میں تقسیم کر دیتے۔ اور ان کی اپنی ملکیت مٹی کا ایک مرتبان ایک پرانا مصلیٰ اور رہنے کے لیے ایک حجرہ تھا۔ مریدین اور متعلقین سے فرماتے اس فانی دنیا کے مال و دولت کے حصول و وصول کے لیے خدائے بزرگ و برتر کو ہرگز فراموش نہ کرو۔ تصوف ہر قسم کے امتیاز کو مٹا دیتا ہے۔ وہ دعا کی تاثیر کے شدت سے قائل تھے فرماتے جو شخص دنیاوی منصب کے ٹھانٹھ باٹھ سے خود کو وابستہ کر لیتا ہے اس کا ماتم کرنا چاہیے۔ اور جو دنیاوی ہنگاموں سے خود کو آزاد نہیں کر لیتا اس کا بھی ماتم کرنا چاہیے۔ ایک صوفی کا گراں بہا اثاثہ وقت ہوتا ہے۔ اگر وہ اسے ضائع کرتا ہے تو پھر اس صوفی کا بھی ماتم کرنا چاہیے۔

حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کی بزرگی کی شہرت اطراف میں پھیل چکی تھی۔ جس کے باعث ان کی خانقا معلیٰ علماء صوفیاء مورخین اور سلاطین کا مرجع بن گئی تھی۔ اگرچہ وہ سلاطین اور امرا سے حتی الامکان دور رہتے۔ تاہم انہی لوگوں نے شیخ داؤد بندگی کو ان کے حقیقی رنگ میں متعارف کرایا۔ اور یہ بات بھی بڑی واضح ہے کہ آپ نے وعظ و تبلیغ اور رشد و ہدایت کے میدان میں جو خدمات سرانجام دیں وہ آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ یہی امر ان کی عظمت و شوکت کے اعتراف کے لیے کافی ہے۔ اگرچہ ہزاروں لوگ آپ کی دعوت تبلیغ کی بدولت مسلمان ہوئے۔ لیکن خود حضرت شیخ بندگی کے فرمان کے مطابق جو قومیں اور قبیلے جزوی یا کلی طور پر آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ اور حلقہ بگوش اسلام ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا شرف پایا۔ ان میں۔ تارڑ۔ چیمے۔ چٹھے۔ ہنڑا۔ سانسی۔ دہوتار۔ گرہانے۔ مان۔ جو کہ گوجرانوالہ اور اس کے گرد و نواح سے تعلق رکھتے تھے۔

ان کے علاوہ علاقہ سیالکوٹ اور نواح سے تعلق رکھنے والوں میں باجوے۔ بسرا۔ محسن۔ کابلوں۔ اور ساہی شامل تھے۔ جبکہ شیرگڑھ کے قریب و جوار کے قبائل بھی تھے۔ جن میں ارار۔ ہان۔ ہتھیانے۔ کولاد کے مجھیانے اور مردانے بلوچ بھی تھے ان قوموں نے حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کے دامن فیض فیاض سے وابستہ ہو کر اپنی آنے والی نسلوں کو کفر و شرک سے محفوظ کیا۔

۱۔ مؤلف کہتا ہے بالیقین ان قوموں پر حضرت شیخ بندگی کا فیضان و احسان اس امر کا متقاضی ہے کہ ان قوموں کی وابستگی آپ کی خانقاہ آسمان جاہ سے نا قیامت رہے۔ اور یہ لوگ اپنے اس عظیم محسن کے احسان مند اور شکر گزار ہوں۔ اور آپ کے مزار فیض الانوار پر حاضر ہو کر عقیدت و احسان مندی کا اظہار کرتے رہیں کیونکہ ان مردان پاکبازوں کے مزارات الانوار و تجلیات کے مراکز ہیں۔ جہاں سے روح کوتا زگی اور دل کو کشادگی میسر آتی ہے۔

دشمن جان کے جنازے میں شریک ہونا

حضرت شیخ بندگی کا معمول تھا اپنے متعلقین اور قرب و جوار کے اشراف و عیان کے جنازے میں شریک ہوتے۔ اور اکثر وضع و شریف لوگوں کی فاتحہ اور تسلی و تعزیت کے لیے دور دراز کی مسافت طے کر کے بھی پہنچتے۔

روایت ہے کہ ایک دشمن جاں میر علی بصیر جو کہ تمام عمر حضرت شیخ سے بغض و عداوت رکھتا تھا۔ اور حضرت کو ایذا پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑتا تھا۔ جب اس کی وفات کی خبر سنی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور ایک آہ بھری جاں نثاروں میں سے کسی نے کہا کہ ایسے دشمن کا مرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ جو اللہ کے بندوں کے ساتھ دشمنی رکھتا ہو۔ فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ آپ اٹھے اور اسی وقت اس کے جنازے میں شریک ہونے کے لیے تشریف لے گئے۔ اور دفن کے بعد جب لوگ چلے گئے تو اس کی قبر پر مغفرت کے لیے دعا فرمائی پھر فرمایا جو امر دی یہی ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی مہربانی کی جائے۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و ذوق نیست

ترجمہ: طریقت دراصل مخلوق خدا کی خدمت اور انہیں اپنے جیسا انسان سمجھنے کا نام ہے۔ تسبیح پھر نامصلے پر بیٹھ جانا اور کودڑی پہن لینا ہی تو طریقت نہیں۔

حضرت شیخ بندگی کی ہتھیلی کا مبارک تل

مخزن کرم کی کان عارفین کی برہان حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس اللہ سرہ نے فرمایا ایک مبارک رات کو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں رسائی ہوئی اور عرض کیا اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ ایک مرید نے مشرق سے مدد چاہی اسی

لمحے آپ نے وہاں نزول کیا اور اسی وقت دوسرے مرید نے مغرب میں مدد چاہی تو آپ کا نزول وہاں بھی ہوا آپ نے فرمایا بابا داؤد کو نین میرے سامنے اس تل کی مانند ہے جو تیری ہتھیلی پر ہے۔ پھر مجھے کیا مشکل ہے مشرق و مغرب پہنچنے میں حقیقتوں کو آشکار کرنے والے نرالی شان کے مالک شاہ ابوالعالی نے اسی فرمان سے متعلق یہ بیت فرمایا۔

مصرع

نکتہ کون و مکان در یک نظر غوث جہاں
(کون و مکان کا نکتہ غوث جہاں کی ایک نظر میں ہے)

شیخ بندگی قدس سرہ کی مبارک ہتھیلی پر ایک تل تھا حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے اس رات اس تل پر اپنی انگشت مبارک رکھ کر مشرق و مغرب کا بھید ظاہر فرمایا تھا اسی نسبت سے اکثر بڑے بڑے صاحبان عز و شرف اس تل کی زیارت کے لیے حضرت شیخ بندگی کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

منقول ہے ایک روز حضرت غوث صدائی قطب ربانی رضی اللہ عنہ کے خاندان فیض نشان کے خلاء حضرت شاہ الہ بخش گیلانی اور ان کے بڑے بھائی میاں کیلان محض نے اس تل کی زیارت فیض بشارت کے لیے شیر گڑھ نزول اجلال فرمایا اور حضرت شاہ ابوالعالی سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہم اس تل کی زیارت کے لیے بنگالہ سے آئے ہیں یہ بات وہاں ہم تک پہنچی تھی۔ حسن اتفاق کہ ان دنوں حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ بخاری شدت سے سجد کمزوری اور نقاہت کا شکار تھے اور چلنے پھرنے کی بھی تاب نہ تھی جو باہر آسکیں۔ شاہ ابوالعالی نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا خانوادہ غوث کے عالی نسبت فرزند آئے ہیں ان کی خدمت و تکریم میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن شاہ اللہ بخش دیدار کے بہت ہی مشتاق ہیں اور کہتے ہیں تل کی زیارت کے شوق میں وہ دور دراز کا سفر کر کے حاضر ہوئے

ہیں۔ حضرت شیخ بندگی نے فرمایا اگر تیری یہی منشا ہے تو انہیں اندر لے آ۔ دونوں بھائی شاہ ابوالمعالی کے ساتھ حجرہ میں حاضر ہوئے حضرت شیخ نے ضعف کے باعث شاہ کے سینے کا سہارا لیا۔ کچھ دیر بعد شاہ الہ بخش نے شاہ ابوالمعالی کی طرف اشارہ کیا کہ تل کی بہر صورت زیارت کرنی ہے شاہ ابوالمعالی نے سرکوشی میں حضرت شیخ سے عرض کیا آپ نے اپنا دست مبارک اٹھایا اور شاہ ابوالمعالی کے ہاتھ پر رکھا انہوں نے آستین ہٹا کر وہ تل شاہ الہ بخش کو دکھایا۔ شاہ فرط عقیدت سے اٹھے اور آگے بڑھ کر تل مبارک کو بوسہ دیا۔ دونوں آنکھوں کے ساتھ لگایا پھر گریباں چاک کر کے سینے پر لگایا میاں کیلان کو بھی آگے بلایا اور ان کی آنکھوں اور سینے کو اس کے مس سے سرفراز کیا۔

منقول ہے ایک روز کوئی شخص بغداد سے آیا اس نے حضرت شیخ بندگی کے سامنے ایک قصیدہ پڑھا جو خاص حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا تحریر کردہ تھا۔ جس کا مضمون بھی یہی تھا کہ دونوں عالم میرے سامنے رائی کی مانند ہیں حضرت شیخ نے فرمایا حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے وہی مضمون اس قصیدے میں فرمایا ہے جو انہوں نے بالمشافہ میرے سامنے اظہار فرمایا تھا۔

سید محمد حیدر کے مقالہ سے اقتباس

سید محمد حیدر نے 1930ء میں اپنے مقالہ میں لکھا ہے کہ شیخ سید داؤد کرمانی قدس سرہ کے بہت سے مریدوں کو بڑی شہرت نصیب ہوئی جن میں حضرت شاہ ابوالمعالی سرفہرست تھے۔ وہ حضرت شیخ داؤد قدس سرہ کے بھتیجے بھی تھے۔ صوفی باصفا اور عالم باعمل تھے۔ آپ کی شاعری بھی بے مثال ہے۔ شہنشاہ جہانگیر کا درباری شاعر طالب آملی حضرت شاہ ابوالمعالی کا مرید تھا اس کا ایک قصیدہ جو شاہ ابوالمعالی کی مدح میں ہے شعر العجم میں مندرج ہے۔

حضرت شیخ سید داؤد بندگی کے ایک جلیل القدر خلیفہ مرید شاہ ابواسحاق لاہور کے علاقے مزنگ سے تھے انہیں بھی بڑی شہرت نصیب ہوئی۔ اور وہ بڑے بلند پایہ صوفی تھے۔

ابوالفضل نے آئین اکبری میں اُن کا نام اولیاء کی فہرست میں لکھا ہے۔

ان دونوں خلفاء کا چہ چاہندوستان میں تھا معاصر تواریخ اور سوانح میں بھی ان کا تذکرہ موجود ہے لیکن وہ اصحاب جن کا تاریخ میں ذکر نہیں ملتا۔ حالانکہ وہ اپنی ذات میں عظیم تھے ان میں سید زین العابدین مشہدی۔ سید شہاب الدین بخاری شیخ عبدالوہاب اور بندگی شیخ کمال عوام میں مقبول تھے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت شیخ داؤد قدس سرہ کے تین سو ساٹھ خلفاء تھے جو عین اپنے شیخ کے نقش قدم پر تھے جیسے خود شیخ اپنے مرشد سید حامد گیلانی شیخ بخش اُچی کے نقش قدم پر تھے۔ حضرت شیخ داؤد کرمانی قدس سرہ کے مرتبہ و مقام کو جاننے کے لیے ملا عبدالقادر بدایونی کے یہ الفاظ ہی کافی ہیں۔ کہ حضرت شیخ بندگی محور زمانہ تھے اور معجزانہ قوتیں ان کے تصرف میں تھیں۔ وہ امیر لوگوں سے دور رہتے تھے اور فقر کو افتخار جانتے تھے۔ نفس کشی خود ان کا اپنا شیوہ تھا اور مریدین کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے ملا بدایونی حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ کے وصال مبارک سے تقریباً دو سال پہلے اُن کے مرید ہوئے تھے انہوں نے حضرت شیخ کی شان میں ایک قصیدہ بھی لکھا تھا۔ جس کا مفہوم یہ ہے۔

آپ کا ضمیر آب و گل کی آلائشوں سے آزاد ہے اور آپ کا وجود سالتماب کے وجود مسعود کی طرح عالمین کے لیے سراپا رحمت ہے۔ آپ کا ذوالقدر نام داؤد ہے انسان اور جن و پری اسی طرح آپ کے زیر نگین ہیں جس طرح حضرت سلیمان کے زیر نگین تھے وجہ اللہ کا مفہوم سالہا سال میری سمجھ میں نہ آیا۔ مگر جب آپ کا رخ انور دیکھا تو حقیقت کی آنکھ روشن ہو گئی۔

سید محمد حیدر لکھتے ہیں۔ کہ پاکپتن اور ملتان میں سلسلہ چشتیہ اور سہروردیہ کی دو بڑی خانقاہوں کے قریب سلسلہ قادریہ کی ایک خانقاہ کے لیے شیر گڑھ کا انتخاب کوپا مشیت ایزدی کا اشارہ تھا۔

شیر گڑھ جھنی وال جسے آجکل چوئیاں کہتے ہیں کے نواح میں ایک گاؤں تھا حضرت شیخ داؤد قدس سرہ نے اپنا کام اس احسن طریق پر انجام دیا کہ اُن کے نام کا چہ چا اُس روز تک رہے گا جس روز اسرافیل صور پھونکے گا۔

حضرت شیخ داؤد بندگی کے حلیہ عادات و خصائل کا بیان

مقامات داؤدی میں لکھا ہے۔ راست بیان لوگوں نے بتایا ہے کہ آپ کا جسم مبارک چھریر اقد معتدل اور جسمانی اعضا کی ساخت نہایت متناسب تھی رنگ گندمی اور گھنے ابرو تھے۔ ریش مبارک کسی حد تک سرخی مائل تھی۔ اور آپ کے دیدار روح شاد کے انوار کی تابانی میں ارباب عقل و دانش کی نگاہیں خیرہ و حیران ہو جاتیں کوپا اس شعر کا مفہوم ان پر صادق آتا ہے۔

صورتت می یم و حیران معنی می شوم

ناچہ معنی لطیفی تو کہ اینست صورتت

ترجمہ: میں تیری صورت دیکھتا ہوں اور حیران معنی ہوتا ہوں تو کیسا لطیف معنی ہے کہ تیری صورت ایسی ہے۔

کمال حسن صورت کے ساتھ خوش الحانی سے بھی ایسے آراستہ کہ تسبیح خوانی اور قرآن کی قرات میں لحن داؤدی ہے (حضرت داؤد علیہ السلام جیسا لحن) سن بلوغت کی درخشانی کے آغاز سے نشیں لباس زیب تن کرنے لگے تھے۔ جس راہ سے گزرتے وہاں ان

کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے کے لیے لوگ اکٹھے ہو جاتے۔ اور ان کے خرام دل آرام کے جلوہ کے انتظار میں بیٹھے رہتے۔ ان کے ظاہری حسن و ملاحظہ نشا نیاں آیات کی تفسیر اور جمال معنوی کے جوہر کی پاکیزگی و صفائی کی تعبیر میں ہر کوئی گنگ اور حیران ہو جاتا کوئی بھی اُن کے ظاہری باطنی حسن کو صحیح طور پر بیان نہ کر سکتا۔ یعنی تیرے چہرے پر حسن کے علاوہ کوئی اور ایسی چیز ہے کہ جس کا نام کسی کو بھی معلوم نہیں حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کو دولت عزت و ثروت و دیعت ہو گئی تھی شرافت نسب کمالات حسب اور سامان دولت دل ارزاں میسر تھی اوائل عمری سے ہی ماز سخاوت اور عبادت و ریاضت میں ملکہ حاصل تھا۔ مصفا دل ہر قسم کی قدورت و کبر اور ریا سے پاک تھا شرم و حیا ایسی کہ حیا بھی حیا کرتی تھی راہ چلتے ہوئے کسی کی طرف متوجہ نہ ہوتے سوز عشق کے مست و است جام کی مانند ارد گرد سے بے نیاز ہو کر راستہ چلتے۔

نہ بادہ ہے نہ صراحی نہ دور پینا نہ

فقط نگاہ سے رنگین ہے بزم جانا نہ

شیخ عبدالسلام دہلوی پوری بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر اپنے چچا شیخ بدخوردار ملتانی اور ان کے دوسرے عزیزوں کے ہمراہ دارالسلطنت لاہور کی طرف جا رہے تھے۔ پہلا پڑاؤ حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ کی فیض پناہ خانقاہ میں ہوا۔ آپ نے مہمان نوازی کی رسم کے مطابق میرے چچا شیخ بدخوردار ملتانی سے ملاقات کے لیے قدم رنجہ فرمایا اس وقت میری عمر تیرہ برس تھی۔ میں نے جب حضرت شیخ کی طرف دیکھا تو آپ کے بے مثال جمال میں کھو گیا اور خاص طور پر آپ کے اچھے وقت اور پاپوش پہنتے وقت میں نے نظریں پاؤں پر جمادیں۔ جو لطافت اور نزاکت میں نے حضرت شیخ بندگی کی ایزی میں دیکھی ویسی کسی صاحب حسن و جمال کے رخساروں میں بھی اب تک نہیں دیکھی۔

حضرت شیخ داؤد کے مرض الموت کا ذکر

عمر مبارک باسٹھ سال ہوئی تو مقام وصول میں نزول و بلول اور حلول مامول (آرزو کے حصول) کا وقت قریب آ گیا فطری شوق کی وہ آگ جو خالق حقیقی سے وصال کے لیے مضطرب تھی۔ شراب عشق کے جام تسکین کی طرف رجوع ہوا۔ ضعف کی شدت میں بتدریج اضافہ ہوتا چلا گیا اس سال موسم خزاں میں محبت اور محبوب کے وصل کے گلشن سے وصال کی معطر ہوائیں چلنے لگیں۔

اور ”ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ“ اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اُس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش کی مقدس نوید گوش ہوش تک پہنچی تو کھانا پینا ترک ہو گیا اور اس قدسی مزاج کے حامل کی آرام کی آرزو مطلقاً محو و فراموش ہو گئی اور کبھی کبھی کھانسی کا غلبہ ہو جاتا بعض اوقات خاص مسند کی طرف خود چل کر تشریف لے آتے اور کبھی پاکی میں سوار ہو جاتے مشتاقان دید پاکی کو کندھوں پر اٹھا کر لے آتے۔ تاکہ دولت کدہ پر آئے ہوئے ہجوم کو دیدار نصیب ہو۔ بیماری کی خبر سن کر خلق خدا کا اس قدر ہجوم ہوتا کہ شہر میں سمانے کی گنجائش بھی نہ رہتی لوگوں کی محبت کے پیش نظر دولت کدہ کے دروازے پر تشریف فرما ہوتے تاکہ آنے والے لوگ جو دروازہ کی منزلیں طے کر کے حاضر ہوتے۔ انہیں تسلی و تشفی ہو اور انہیں اپنی منزلوں تک رواں ہوں۔

ایک سال اسی طرح گزر گیا۔ جب عمر عزیز تر سیٹھ برس کی ہوئی تو بے طاقتی اور نقاہت بڑھ گئی۔ اور ایک روز بالا خانہ پر مشرقی جانب عصا کے سہارے کھڑے ہوئے اور لاہور کی جانب رخ انور کر کے آہ بھری اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔ پھر مغرب کی

جانب اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ملتان کی طرف نگاہ کر کے آبدیدہ ہو گئے۔ ان دنوں آپ کی بیماری کی خبر سن کر مردوزن بوڑھے اور جوان عیادت کے لیے سیلاب بے کنار کی طرح اُٹھ آتے شیر گڑھ کی گلیاں اور بازاروں میں انسانوں کے سرحد نظر تک دیکھنے میں آتے۔

ایک دن مشائخ کے پیشوا حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ نے زوجہ محترمہ عفت مآب خاتون بی بی رافعہ کو طلب کیا اور کچھ وصیتیں فرمائیں اُس عارفہ صادقہ پر رقت قلب اور شکستگی طاری ہوئی یہ دیکھ کر حضرت شیخ نے با آواز بلند فرمایا بے ہمتی نہ دکھا اگر تو چاہتی ہے کہ میں تجھ سے راضی رہوں جیسا کہ ہمیشہ رہا ہوں۔ تمام مستورات و نسا (عورتوں) اور وابستہ لوگوں (اقربا وغیرہ) کو تاکید کرنا کہ مجھ پر فوجہ و مالہ (روانا) نہ کریں اور نہ سرنگ کیا جائے۔ جیسے کہ رواج ہے اس کے بعد حضرت شیخ بندگی نے نماز جمعہ کے وقت جمادی الاول سنہ 982ھ ستمبر 1573ء میں اس سرائے فانی سے سرائے جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔

اس شاہ بے مثال کی تاریخ وصال ”یا عاشق مست“ کے الفاظ سے نکلی جو حق کے عشق میں بڑی استقامت والا تھا۔

شاہ ابوالعالی نے تاریخ وصال کا مادہ اس طرح نکالا ہے

تاریخ طلب کند اگر اہل جہاں بر کوی معالی بسر شوق رواں

در بعد و ہشتاد و دو راس شاہ جہاں شہ عندا ملکیت ملک خیمہ زمان

ترجمہ: اگر اہل جہاں تاریخ پوچھیں تو اے معالی تو شوق رواں کے ساتھ بتا کہ یہ

شاہ جہاں (یعنی شیخ داؤد) ۹۸۲ھ میں اُس بادشاہ یعنی خدا کے پاس خیمہ زن ہو گیا۔

منقول ہے کہ وصال مبارک سے چند سال پہلے صداقت کی نشانیوں کے حامل

آفتاب کرامت و حرمت حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ نے مقرب اصحاب سے فرمایا میرا
 مرقد یہی نور محل ہے۔ نور محل روضہ منورہ کی تعمیر سے پہلے ایک کچی عمارت پر مشتمل تھا۔ جس
 کے وسط میں باغیچہ تھا۔ اس کچے گھر کو لوگ نور محل کہتے تھے۔ کیونکہ اس حجرہ مبارک میں
 خاص اصحاب داخل ہوتے۔ جو نبی وہ اس کچی عمارت میں قدم رکھتے تو اس گمان میں مبتلا ہو
 جاتے کہ وہ حجرہ نور اعلیٰ نور ہے۔ اور اس کی دیواروں میں عشق الہی کی خوشبو کا مشاہدہ ہوتا
 تھا۔ اسی بنا پر یہ نور محل کہلایا اصحاب کبار میں سے کسی نے عرض کیا اگر حکم ہو تو آپ کی
 موجودگی میں اس کو تعمیر کیا جائے اور اس کا ادب و احترام ملحوظ رکھا جائے۔ حضرت شیخ بندگی
 قدس سرہ نے فرمایا کہ ہاں وہ معمار ابھی بچوں میں کھیل رہا ہے۔ یعنی ابھی کم سن ہے۔ میری
 رحلت کے بعد آئے گا اور اس کو تعمیر کرے گا۔

اقوال داؤدی

قدوة السالکین حبیۃ الکاملین

حضرت شیخ سید داؤد بندگی قادری کرمانی قدس سرہ السامی کے زیریں اقوال
انسان نواز مخزن کرم کی کان کے مالک نے فرمایا:

1- جو مسلمان بندہ چالیس راتیں بلا ناغہ بیدار ہو اور کلمہ تو حید کا ورد کرے تو حق تعالیٰ سبحانہ اس کے دل میں چراغ قدرت روشن کر دیتا ہے۔ اور اس کے باطن کے گوشے تجلی رحمانی اور مشاہدہ سبحانی سے منور ہو جاتے ہیں اور دولت سرمدی سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

2- توبہ کی مسلسل کوششیں کرتے رہنا چاہیے۔ اور صلوٰۃ العاشقین کی دو رکعت ادا کرتے رہو۔

3- تندرستی کو اللہ کی نعمتوں کا انعام جانو۔

4- اگر کلمہ شہادت نہ ہوتا تو کوئی بھی مسلمان نہ ہوتا تمام معاملات اور عبادات اس کلمہ کی شاخ ہیں۔

5- پلیدی کو اپنے جسم اور لباس کے نزدیک نہ آنے دو۔ کہ اس پلیدی کی خباثت سے ناپاک شدہ آدمی دونوں جہانوں میں مردود و ذلیل ہوتا ہے۔

6- تعجب ہے ان درویشوں پر جو نشہ اور منکرات میں مبتلا ہیں اور خود کو موحّد (ایک خدا کو ماننے والا) سمجھتے ہیں درحقیقت یہ لوگ ملحد ہیں۔

7- آداب مہمانداری کا اچھا طریقہ یہ ہے کہ مہمان کی حیثیت کے مطابق کھانا دیا جائے۔

- 8- جو شخص دوسروں سے اپنی تعظیم اور تواضع کی خواہش کرتا ہے نفسانی فخر و مباہات میں مبتلا ہے۔ ایسا شخص آفت نفس کے ہاتھوں رسوا ہوتا ہے۔
- 9- ہر شے اللہ کے ذکر کے نور سے پیدا ہے اور کلمہ توحید کے پرتو سے وجود میں آئی ہے۔ تمام اولیاء اور صلحا کی بارگاہ کبریا تک رسائی کا وسیلہ یہی ذکر ہے۔ جو کوئی اس ذکر کے بغیر اس جہان میں گیا وہ سعادت ابدی سے محروم رہا۔
- 10- مرید اور طالب حق کے لیے کوئی بھی عمل اور نیکی اللہ کے ذکر کے برابر نہیں اور کوئی نعمت اس ذکر سے بالاتر نہیں ہے۔
- 11- جو دل ذکر معبود کے نور سے خالی ہو اسے مردہ سمجھنا چاہیے۔ اور مطلوب کے شوق سے خالی ہر وجود کو نابود جانتا چاہیے۔
- 12- انسانی وجود ایک گراں مایہ مال ہے اور ہر مال پر زکوٰۃ واجب ہے اور زبان کی زکوٰۃ اللہ کا ذکر ہے۔
- 13- ہر دل سے پرسش ہوگی کہ سانسوں کا خزانہ کہاں خرچ کیا اور اس بے بہا دولت کو کہاں ضائع کیا۔
- 14- ذات کبریا کے آستانے کا قرب و منزلت مال خرچ کرنے اور جاہ و مرتبہ ترک کرنے پر موقوف ہے۔

شجرہ نسب

شیخ سید داؤد بندگی قدس اللہ سرہ کا شجرہ نسب
ستائیس واسطوں سے امام محمد تقی الجواد سے ملتا ہے

شیخ سید داؤد بن شیخ سید فتح اللہ بن شیخ سید مبارک، بن سید فیض
اللہ باقی بن سید صفی الدین احمد بن، سید تقی الدین احمد بن سید
عبد المجید، بن سید عبد الحفیظ، بن سید عبد الرشید، بن سید ابو تقیم، بن
سید ابو المکارم، بن سید ابو الحسن، بن سید ابو الفیض بن، سید
ابو الفضل، بن سید عبد الباری، بن سید ابو المعالی، بن سید
ابو الواہب، بن سید ابو الحیات، بن سید شاہ محمد میر، بن سید مسعود
بن سید محمود، بن سید ابو الاحمد، بن سید داؤد، بن سید ابو ابراہیم
اسماعیل، بن سید محمد عرج، بن سید موسیٰ مبارکہ، بن امام محمد تقی الجواد

شجرہ طریقت

- 1- آقا کریم سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- 2- مشکل کشا شیر خدا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم
- 3- پیشواۓ طریقت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ
- 4- حضرت خواجہ حبیب عجمی قدس اللہ سرہ
- 5- حضرت شاہ معروف کرخی قدس اللہ سرہ
- 6- حضرت شاہ مری سقطی قدس اللہ سرہ
- 7- حضرت شاہ جنید بغدادی عالی قدس اللہ سرہ
- 8- حضرت شیخ ابوبکر شبلی قدس اللہ سرہ
- 9- حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس اللہ سرہ
- 10- حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاروی قدس اللہ سرہ
- 11- حضرت شیخ ابوسعید مخدومی قدس اللہ سرہ
- 12- حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز الغفار
- 13- حضرت شیخ عبدالوہاب قدس اللہ سرہ
- 14- حضرت شیخ ابوالنصر قدس اللہ سرہ
- 15- حضرت شیخ صفی الدین صوفی قدس اللہ سرہ
- 16- حضرت شیخ مسعود مجی الدین قدس اللہ سرہ
- 17- حضرت شیخ علی قدس اللہ سرہ

- 18- حضرت شیخ شمس الدین عالی قدس اللہ سرہ
- 19- حضرت شیخ سلطان محمد غوث قدس اللہ سرہ
- 20- حضرت شیخ عبدالقادر عارف قدس اللہ سرہ
- 21- حضرت شیخ عبدالرزاق قدس اللہ سرہ
- 22- حضرت شیخ حامد گنج بخش قدس اللہ سرہ
- 23- حضرت شیخ داؤد بندگی قدس اللہ سرہ

شجرہ سجادہ نشیناں

سجادہ نشینوں کی اس کہکشاں کا عکس سید محمد محسن صاحب نے عنایت فرمایا

۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶
ویں صدی	ویں صدی	ویں صدی	ویں صدی	ویں صدی
سید نادر علی	سید محمد بقا علی	سید شیر شاہ	سید ابوالبقا محمد	حضرت داؤد بندگی ۱۵۱۰-۱۵۷۳
سید محمد حسین	سید حاجی شاہ	سید مصطفیٰ شاہ	سید مصطفیٰ	
۱۸۸۰-۱۹۵۳				سید عبداللہ
	سید فتح اللہ شاہ	سید قمر الدین	سید ابو محمد ماہ رُو	نورنگ نور
سید محمد عباس				
۱۹۱۶-۲۰۰۰	سید نادر علی	سید غلام داؤد	سید مبارک	سید ابوالبقا محمد
		سید محمد بقا علی	سید محمد حیات	
			سید شیر شاہ	

انیسویں سجادہ نشین سید محمد عباس علیہ الرحمۃ کے دو صاحبزادے سید علی عباس کرمانی اور سید حسین عباس کرمانی ہیں۔ یہ دونوں حضرات سجادہ نشین کہلاتے ہیں۔ سید حسین عباس کرمانی صاحب سے مولف کی ملاقات بھی ہوئی ہے آپ بڑے تواضع اور انکسار کے مالک ہیں۔ وابستگان درگاہ عالیہ سے بڑی محبت اور خلوص سے پیش آتے ہیں۔ اور نذر نیاز سے بے نیاز ہیں۔ آپ کی رہائش گاہ درگاہ مبارک سے متصل ہے جو وسیع رقبہ پر مشتمل ہے اور رنگ محل کہلاتی ہے اللہ تعالیٰ انہیں سلامت باکرامت رکھے۔ جبکہ مخدوم علی عباس کرمانی صاحب سے شرف ملاقات حاصل نہ ہو سکا۔ آپ ان دنوں ملک سے باہر مقیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس خاندان بلند شان کو باہمی محبت اور اخوت سے ہمکنار کر کے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر استقامت عطا فرمائے۔

روضہ منورہ کی تعمیر کا ذکر

فن تعمیر کے وحید العصر خدائی کارخانہ کے اس مہندس استاد بازید کا کہنا تھا کہ میرا والد ایک سادہ گلکاری کرنے والا مٹی گارے کے کام یعنی کچی تعمیر کرنے والا تھا مہر تعمیرات نہ تھا۔ ابھی میں خردسال۔ (بچہ ہی تھا) وہ میرا ہاتھ پکڑ عالی شان عمارتیں اور کارخانے دکھانے لے جاتا تھا۔ چنانچہ اس سے میرا شعور پختہ ہوتا چلا گیا اور میرا فہم و ادراک روز بروز بڑھتا گیا۔ ابھی میں نو عمر ہی تھا جب میرا ڈیزائن سازی اور ہاتھ کا کام اس فن کی مہارت رکھنے والوں کے لیے باعث درس بن گیا۔

حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کے وصال کے کچھ ہی عرصہ بعد سعادت ازلی کی کشش میری خواہش کی گریباں گیر ہوئی اپنے چند ہم پیش ساتھیوں کے ساتھ حضرت شیخ کے مرقد مبارک کی زیارت کے ارادے سے شیرگڑھ پہنچا۔ وہاں میں نے اینٹوں اور چوٹے کے ڈھیر پڑے دیکھے۔ لنگر کے متولی شیخ موسیٰ سے کہا کہ جو کچھ بھی تعمیر کرنا ہے اس کی اجازت دے دیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ کام تو کسی پختہ کار معمار کا ہے اور تم تو ابھی نو جوان ہو۔ یہ جواب سن کر میں بڑا ملول ہوا اور ہم واپس لاہور کی جانب لوٹ آئے۔ میرے آنے کے بعد متولی خواب میں حضرت شیخ بندگی کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوا اور حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس تعمیر کا کام اسی نو جوان کو سونپ دیا جائے جو یہاں سے لوٹ گیا ہے۔ متولی شیخ موسیٰ نے میرے پیچھے دو خادم دوڑائے۔ اور حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کے حکم کے مطابق مجھے لاہور سے طلب کر لیا۔ اور روضہ شریف کا کام میرے سپرد کر دیا۔ استاد بازید کہتے ہیں کہ جب تعمیر کا کام شروع ہوا تو بڑے بڑے مہان معمار جمع ہونے لگے۔ میں ابھی تازہ کار تھا۔ میں نے بہت غور کیا اور فکر میں ڈوبا رہتا کہ کیسا نقشہ تیار کیا جائے بہر حال میں نے ایک نقشہ تیار کیا اور تعمیر شروع کر دی۔ جو بھی اینٹ میں اٹھاتا پہلے تکبیر پڑھتا پھر نبی

پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجتا۔ جب کہ صالح لوگ فقرا اور مریدین انہیں اور گارہ دیتے وقت درود شریف اور سورۃ اخلاص پڑھتے۔ اور پھر میرے ہاتھ میں دیتے۔ دورانِ تعمیر روضہ مبارک پر لوگوں کا اس قدر رجوم رہتا اور ان کی والہانہ عقیدت کی وجہ سے اینٹ دینے کی باری میں دیر اور دشواری پیدا ہونے لگی۔ اس طرح ساڑھے چار سال کی مدت میں ایک عالی شان گنبد تعمیر ہوا جو دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ رشد و ہدایت کے سلطان جذب و سلوک کے کوہ سلیمان حضرت شیخ سید داؤد بندگی قادری انکرمائی قدس سرہ السامی کے روضہ مبارک کا سایہ ابد تک پھیلانے رکھے۔ اور اس کی پاکیزہ روشنی میں آنکھ خدا کے نور سے بینا ہو۔

جو کوئی اس گنبد افلاک پر نگاہ ڈالتا ہے وہ پھر اس سے نظر الگ نہیں کر سکتا اگر اس گنبد میں لا الہ الا اللہ کا نغمہ بلند کرے تو اس بے مثال گنبد کے اندر سے وحدہ لا شریک کی صدا آنے لگے۔ مقامات و احوال کے مالک شیخ کمال، ولایت مآب اصحاب کے پیشوا حضرت شیخ عبدالوہاب آزاد منش و با صفا شاہ ابواسحاق اور بندہ پرورش شیخ خالد قریشی دورانِ تعمیر سارا سارا دن انتظام و انصرام میں کھڑے رہتے جبکہ جمال الایزالی کے مشتاق حضرت شاہ ابوالمعالی اور شیخ عبداللہ (صاحبزادہ شیخ بندگی) اور مخصوص فیوض سرمدی کے شاہکار حضرت شیخ میاں حبیب محمد ہر لمحہ خبر گیری اور نگرانی پر معمور رہتے۔ صالحین عابدوں زاہدوں اور عام خلقت کا اتنا رجوم اور اثر و دام ہوتا تھا کہ آمد و رفت کا راستہ بڑی مشکل سے ملتا۔ حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ کے وصال با کمال کے چھ ماہ بعد حضرت شیخ کمال علیہ الرحمۃ وصال فرما گئے اور ان کے چند ماہ بعد حضرت شیخ عبدالوہاب بھی رحلت فرما گئے۔ ان کی وصیت کے مطابق انہیں روضہ منورہ کے صحن کے سامنے دفن کیا گیا۔

مزارات کا اپنی جگہ کو تبدیل کرنا

روایت ہے استاد بازید کہتا تھا کہ جب ہم روضہ منورہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو

ہم نے روضہ منورہ کے دامن کی بنیاد یعنی دیوار مشرق کی جانب سے شروع کی اس وقت یہ دیوار مغرب کی طرف حضرت شیخ کمال اور حضرت شیخ عبدالوہاب رحمہم اللہ تعالیٰ کے متبرک مرقدوں کے برابر پہنچی تو ہم نے دیکھا کہ دونوں مبارک مرقد چبوترے کی دیوار کے نیچے آ رہے ہیں۔ میں نے دھاگہ سیدھا پکڑا تو اپنی غلطی پر بڑی ندامت کا احساس جاگزیں ہوا اب نہ تو اس بات کی طاقت تھی کہ ساری دیوار گرا دوں اور نئے سرے سے دیوار تعمیر کروں اور نہ یہ مناسب تھا کہ دیوار ٹیڑھی کر کے دونوں مرقد منورہ دیوار کے اندر لے آؤں۔ اسی حیرانی اور پریشانی کے عالم میں حضرت شاہ ابو المعالی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے امتحان اور پریشانی کے آثار دیکھ کر فرمایا بازید تو اس قدر غمگین اور آزرده حال کیوں ہے۔ میں نے بڑی عاجزی اور زاری کے ساتھ ساری صورت حال بیان کی۔ فرمانے لگے غم نہ کرو آج رات کام کو بند کر دے کل دیکھتے ہیں کیا صورت حال ہوتی ہے۔

استاد بازید کہتا ہے کہ کل صبح جب میں کام شروع کرنے لگا تو یہ دیکھ کر ورطہ حیرت میں مبتلا ہوا کہ شیخ کمال اور شیخ وہاب کے مرقد مبارک پر وردگار عالم کی قدرت سے احاطہ دیوار کے اندر آ کر چبوترے میں داخل ہو گئے ہیں اور یہ دیکھ کر ہم لوگ حیرت و حیرت کے بحر میں ڈوب گئے کہ نہ تو دونوں مرقد منورہ اپنی جگہ سے ہلے اور نہ چبوترے کی دیوار ٹیڑھی ہوئی تھی۔ میں متحیر و مبہوت ہو کر حضرت شاہ ابو المعالی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور یہ نئی صورت حال بیان کی۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا استاد بازید یہ امر آن والا صفات مصدر فیوضات حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کی قدرت و تعریف کے آگے کیا حیثیت رکھتا ہے (یعنی یہ بہت معمولی ہے)

ہرچہ خواہد دل این قوم ہماں میگر دو

اللہ اللہ بتعرف چه شد آقا قد

ترجمہ: اس قوم کا دل جو چاہتا ہے وہی کچھ ہو جاتا ہے۔ اللہ اللہ کرامت میں وہ کیا شاہ عالم ہیں۔

حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ کی اولاد امجاد کا ذکر

آپ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں

صاحبزادے

شیخ سید محمد آدم۔ شیخ سید محمد مبارک المعروف شیخ محمد اعظم اور شیخ سید عبداللہ، شیخ آدم اور شیخ اعظم صغیر سنی میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ جبکہ شیخ عبداللہ اپنے عالی مرتبت والد بزرگوار کے وصال کے وقت بارہ برس کے تھے۔

حضرت شیخ بندگی کی دونوں صاحبزادیاں شیخ سید رحمت اللہ بندگی علیہ الرحمۃ المغفر ان کے دونوں صاحبزادوں شاہ محمد صادق اور شاہ ابوالمعالی رحمہم اللہ کے عقد نکاح میں آئیں۔

بندگی شیخ سید عبداللہ نورنگ نور

بوقت وصال حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ نے شاہ ابوالمعالی کو طلب فرمایا۔ اور شیخ عبداللہ کی تربیت کے بارے میں شاہ ابوالمعالی کے کان میں سرکوشی سے کچھ فرمایا۔ جسے سن کر شاہ ابوالمعالی پر غشی طاری ہوئی اور تین دن تک مسلسل غشی کی حالت میں رہے۔

شاہ ابوالمعالی جو کہ حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کے بھتیجے داماد اور خلیفہ اعظم اور اول سجادہ نشین بھی تھے۔ حضرت شیخ بندگی کے وصال کے بعد اسی سال تک شیر گڑھ میں سجادہ مشنیت پر رونق افروز رہے اور اس دوران شیخ عبداللہ کو اسرار معرفت کے علوم سے بہرہ ور کرتے رہے۔ شیخ عبداللہ کی تربیت مکمل ہونے پر شاہ ابوالمعالی نے دستار مشنیت آپ کے سر پر رکھی اور رموز و اسرار کے وہ علوم جو اپنے شیخ طریقت سے حاصل کئے تھے وہ شیخ عبداللہ کے قلب و اذہان میں منتقل فرمائے اور شیخ زادے کو بڑی شوکت کے ساتھ سجادہ مشنیت پر متمکن فرما کر اس عظیم منصب کی ذمہ داری سے سرخرو ہوئے۔ اور کچھ ہی عرصہ

بعد حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ کے روحانی حکم پر لاہور شہر میں رونق افروز ہوئے۔ اور فیض داؤدی کا خزانہ جو اپنے ساتھ لائے تھے۔ اہل لاہور کو اس سے مستفیض کیا۔

شیخ سید عبداللہ نورنگ نور حق سجادگی ادا کرنے میں مشغول ہوئے اور تمام عمر اس خدمت کو بحسن و خوبی انجام دیا اور چند مہار کے حقیقی جانشین ثابت ہوئے۔ وابستگان درگاہ نے آپ کے جوہر مسعود سے بڑی راحت پائی۔ اور آپ کا سایہ مریدان باصفا کے لیے کسی بھی طور پر اہم کرم سے کم نہ تھا۔ اس نزالی شان کے مالک نے اپنے والد مہار کا اقبال بلند رکھا۔ اور سخاوت و فیاضی تو ضاع و انکساری میں اعلیٰ مرتبہ پایا۔ یہ سرمایہ داؤدی بڑی مفید زندگی گزار کر حضرت شیخ داؤد بندگی قادری کرمانی قدس سرہ السامی کے روضہ مقدس کے گنبد مبارک میں آپ کے پہلو میں مغربی جانب محو استراحت ہیں۔ اور مرجع انعام ہیں۔

آل سر اپا مہر و وفا صاحب جو و وسخا سر بلند راہ عجز و نیاز

حضرت شیخ سید رحمت اللہ شاہ بندگی علیہ الرحمۃ الغفران

آپ حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ العزیز کے برادر اکبر تھے شرافت و پارسائی میں بے نظیر تھے۔ شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کے لیے تمام عمر شفقت پوری کا باعث رہے۔ کوہڑے تھے۔ لیکن کبھی حضرت شیخ بندگی کی مرضی و منشاء کے برخلاف نہ کرتے اوائل عمری میں ہی شیخ رحمت اللہ بندگی نے بعد وصال اپنے والد مکرم سید فتح اللہ کرمانی علیہ الرحمۃ کے حضرت داؤد بندگی قدس سرہ کے لے پوری سایہ فراہم کیا۔ اور اپنے اہل و عیال کی کفالت کا بیڑا اٹھایا۔ شیخ رحمت اللہ عالی جاہ علم و فضل میں باکمال تھے۔ جس کی بنا پر اکثر صاحبان علم آپ کی خدمت میں حاضر رہتے اور استفادہ کرتے آپ نے ایک مدرسہ بنایا اور اسی سے تعلیم و تعلم کا سلسلہ فیض جاری فرمایا۔

کیونکہ حضرت داؤد بندگی قدس سرہ سن بلوغت کی حدوں کو پار کرنے سے پہلے

ہی غلبہ عشق میں دو روز و یک کے صحراؤں میں نکل جاتے اور کئی کئی روز وہیں مقیم رہتے۔ ان حالات کے پیش نظر سید رحمت اللہ بندگی علیہ الرحمۃ نے اپنے خاندان کی کفالت کی ذمہ داری بڑے احسن طریقہ سے سرانجام دیں اور کبھی حوادث زمانہ کا شکوہ آپ کی زبان اظہر پر نہ آیا۔ ہر قسم کے حالات کا سامنا کرنے میں استقامت و ایثار کی وادی کے مردِ مجرب بنے رہے۔ عزیز و اقربا سے بڑی خندہ پیستانی سے پیش آتے شیخ داؤد بندگی قدس سرہ بھی ان کے احترام و اکرام کرنے میں مثل والد بزرگوار پیش نظر رکھتے۔ شیخ سید رحمت اللہ علیہ الرحمۃ بلند حال اور پاکیزہ اوصاف ہونے کے باوصف کبھی اپنے باطنی احوال کو ظاہر نہ کرتے۔ اور صبر و رضا میں بڑے بلند پایہ تھے۔ کچھ عرصہ تک اپنے والدِ نامدار شیخ سید فتح اللہ کرمانی علیہ الرحمۃ کے ساتھ کھیتی باڑی بھی کرتے رہے رزقِ حلال کے حصول کے لیے سخت محنت کرتے تھے بندگی حضرت سید رحمت اللہ علیہ الرحمۃ الغفران کی پاکبازی راست گوئی اور شرافت و وفا کی کوئی انسان تو کیا ملائکہ بھی دیتے ہیں۔ صبر و رضا کے اس پیکر نے حضرت شیخ داؤد بندگی قادری کرمانی قدس سرہ العزیز الغفار کی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ اور تمام عمر صبر و رضا اور راست گوئی اختیار کئے رکھی۔

اس عظیم بھائی کی خدماتِ جلیلہ اس بلند شانِ خاندان کی پیستانی کا جھومر ہیں۔ شیخ رحمت اللہ بندگی کو اللہ تعالیٰ نے تین صاحبزادے عطا فرمائے۔ سید شاہ محمد حبیب، سید شاہ محمد صادق اور سلطان الشیخ رہبر عالی سید محمد شاہ ابوالمعالی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

بندگی سید رحمت اللہ شاہ علیہ الرحمۃ الغفران کا مزار مبارک عفت مآب بیبیوں کے گہند سے متصل ہے اور داؤدی مستانوں کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

آپ کا سلیہ اس خانوادہ عزت مآب کے لیے کسی بھی طور اہم کرم سے کم نہ تھا۔

اور آپ کے فرزندِ لعل بے مثالی شاہ ابوالمعالی لاہوری کا حال بلند اور رتبہ ارجمند تھا۔

شاہانِ وقت آپ کی پابوسی کو باعثِ عزت و شرف سمجھتے تھے۔

خانوادہ داؤدی کے عظیم فرزند

سید محمد محسن کرمانی بن سید محمد حیدر کرمانی شیخنگ ڈائریکٹر مچلو فروٹ فارمزر بنالہ خورو آپ اس ذی وقار خاندان کے عظیم فرزند ہیں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے علاوہ ایک کامیاب بزنس مین بھی ہیں۔ قدرت نے آپ کو کئی خوبیوں سے نوازا ہے۔ نفیس طبع، اعلیٰ اخلاقی اقدار، حق کوئی، بااصوال، انسان دوست اور علم دوستی جیسے اوصاف کے مالک اور اپنے اسلاف کی روایات کے امین ہیں۔ علم دوستی کے حوالے سے آپ کی گراں قدر خدمات بڑی لائق تحسین ہیں۔

خانقاہ داؤدیہ میں آپ نے ایک ذاتی لائبریری قائم کر کے تشنگان علم کے لیے بڑا مستحسن اقدام کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کا ایک علمی کارنامہ بڑا یادگار ہے۔ حضرت شیخ سید داؤد بندگی کرمانی قدس سرہ کے وصال مبارک کے ستر سال بعد آپ کے ایک عقیدت کیش عبدالباقی بن جان محمد نے آپ کے احوال و آثار پر مبنی ایک کتاب مقامات داؤدی کے نام سے تحریر کی تھی۔ یہ واحد کتاب ہے جس میں آپ کے مریدین و خلفائے کرام اور اولاد امجاد کے بارے میں بھی مکمل معلومات ملتی ہیں۔ اور حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کے معمولات شب و روز کی مکمل تفصیل موجود ہے۔ ورنہ معاصر تواریخ اور سوانح میں آپ کے بارے میں جو مختصر معلومات ملتی ہیں۔ وہ نا کافی ہیں۔

سید محمد محسن صاحب نے ذاتی کاوشوں سے مقامات داؤدی کا فارسی قلمی نسخہ حاصل کر کے اس کا اردو ترجمہ کروا کے زیور طباعت سے آراستہ کر کے ایک عظیم علمی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ گوکہ اس کتاب میں بعض واقعات میں ربط کا فقدان پایا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود مقامات داؤدی ایک مادر و نایاب نسخہ ہے اس کے علاوہ آپ کے والد ماجد ارشد

محمد حیدر علیہ الرحمۃ نے 1930ء میں کورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے کے تھیمز میں اپنے جدا علی شیخ داؤد بندگی قدس سرہ پر انگریزی میں ایک مقالہ لکھا تھا یہ تحقیقی مقالہ سید محمد حیدر صاحب کی خدا داد علمی صلاحیتوں کا آئینہ دار ہے اور اعلیٰ تحقیق کا حامل ہے۔ اس مقالہ کا بھی اردو ترجمہ آپ نے کتابچے کی صورت میں شائع کر دیا ہے جو وابستگان خانقاہ داؤدیہ کے لیے ایک انسائیکلو پیڈیا کا درجہ رکھتا ہے۔

سید محمد محسن صاحب کی وضع دار شخصیت خانوادہ داؤدیہ کا گراں قدر اثاثہ ہے۔ آج کے دور میں ایسے مثبت افکار کے حامل خال خال نظر آتے ہیں۔ خانقاہ مبارک میں تعمیر و مرمت کے کام کی نگرانی بھی خود کرتے ہیں آج کل آپ درگاہ عالیہ میں عفت مآب مستورات کے مزارات جس گنبد میں ہیں۔ وہاں گلکاری کا کام اپنی نگرانی میں کروا رہے ہیں اس گنبد مبارک میں جو قدیم گلکاری کا کام کیا گیا تھا وہ زمانے کی دست برد کا شکار ہو گیا تھا۔ اور اس کام کو اُسی شیخ پر کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو تندرستی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔ ایسے فرزند اپنے خاندان کے لیے سرمایہ صد افتخار ہوتے ہیں۔ جو بے لوث اور اخلاص کی دولت رکھنے والے ہوتے ہیں یہی خوبیاں انہیں دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں۔

حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ کے خلفاء کی تعداد صحیح طور پر کسی بھی تذکرہ میں نہیں لیکن سید محمد حیدر کے مقالہ میں لکھا ہے کہ آپ کے خلفاء کی تعداد تین سو ساٹھ تھی چند معروف خلفائے عظام کے مختصر حالات زندگی درج کیے جاتے ہیں:-

- 1- حضرت شیخ شاہ کمال نور اللہ مرقدہ۔
- 2- حضرت شیخ سید خیر الدین شاہ ابوالعالی نور اللہ مرقدہ۔
- 3- حضرت شیخ عبدالوہاب نور اللہ مرقدہ۔
- 4- حضرت شیخ جمال الدین معروف بہ شیخ بہلول دہلوی نور اللہ مرقدہ۔
- 5- حضرت شیخ ابواسحاق لاہوری نور اللہ مرقدہ۔

حضرت شیخ داؤد بندگی قادری الکرمانی قدس سرہ السامی کے خلفائے نامدار

حضرت شیخ شاہ کمال علیہ الرحمۃ المتعال

آن شیخ کمال پیر اکمل در سبقت رتبہ اول اول
ہر کردہ چراغ فیض مطلق محمود بسا کاں رہ حق
گسترده بساط حق پرستی برد از سیر خلق خوی ہستی
شیرازہ دفتر حقیقت اندازہ منظر طریقت
جز ذات شریف اوندیدم در ذمرہ فقر عیسوی دم
در سکر چو مردہ زندہ کر دی در صحو در بچ درہ خود دی
آن نامب خاص شیخ داؤد کز پیرویش دی نیا سود
زادل حال تا باثر در خدمت خاص گشتہ فاثر
منشور خلافت ہدایت از پیر چو شد بتو عنایت
شیخا بحق عنایت پیر از باقی یار حرم بھگیر
ترجمہ: وہ پیر کامل شیخ کمال جو رتبہ کی دوڑ میں سب سے آگے ہیں انہوں نے فیض مطلق کا
چراغ روشن کر کے سالکوں کو راہ حق دکھایا وہ حقیقت کی کتاب کا شیرازہ اور طریقت کے منظر
کا نشان ہیں۔

ان کی ذات شریف کے علاوہ فقرا کے گروہ میں کسی میں بھی دم مسیحائی نہیں دیکھا وہ
حالت سکر (استغراق) میں تو مردہ زندہ کرتے اور صحو ہو شیاری) میں دردی صورت رکھتے ہیں۔
وہ شیخ داؤد بندگی کے ایسے خاص ہیں جنہوں نے ان کی پیروی میں ایک لمحہ بھی

غفلت نہیں برتی۔

شروع حال سے لے کر پیر کے آخر دم تک ان کی خاص خدمت سے صاحب فخر ٹھہرے۔
ہدایت کی خلافت کا منشور جب پیر سے آپ کو عنایت ہو گیا ہے تو اسے شیخ اپنے
پیر کی عنایت کے طفیل باقی دوستوں کی خطا سے درگزر کیجیے۔

میدان طریقت کے سیاح بحر حقیقت کے آشنا نفوس انسانی کے
کمالات کے جامع حق پرستی و خدا دانی کے مقامات کو مجموعہ حرص و ہوا کی
تاریکیوں کو دور کرنے والے نسیم وصال کے ہدم اور حریم جلال کے محرم
بندگی حضرت شاہ کمال علیہ الرحمۃ المتعالیٰ صحیح الانساب سادات سے تھے۔ ان کا
مولد و منشاء لاہور کے مضافات میں واقع قصبہ اچھرہ سے مشرقی جانب دوکوں کے فاصلے پر
واقع ہے وہ آغاز سے آخر دم تک حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کے خادم خاص اور ہدم
خاص الخاص پر فائز رہے۔

اوائل عمری میں نکیر پھوٹنے اور حرارت کی تکلیف کے باوجود اکثر ماک مبارک
سے خون بہنے لگتا تھا گرمی اور سردی میں سائے کی طرح اپنے پیر کے ہم قدم رہتے۔ حضرت
شیخ داؤد قدس سرہ کی صحرا نوردی اور بادیہ گردی کے دوران جو کانٹے مبارک قدموں میں
چھب جاتے انہیں نکال کر اپنے پاس محفوظ رکھتے۔ مرید اس وقت مراد بنتا ہے۔ جب دوئی کا
پردہ چاک ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ شاہ کمال کے فضائل و محامد کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں آپ فقر و غنا
کا مظہر اتم تھے۔ معمولی نوعیت کا بھی دنیاوی مال و اسباب نہ رکھتے تھے۔ خالی ہاتھ ہونے
کے باوجود اپنی مٹھی میں دونوں جہان کے خزانے رکھتے تھے۔ طبع مبارک کی بے نیازی نے
ایسا غنی بنا دیا تھا کہ دنیا کے بڑے سے بڑے بخی بھی آپ کے غنا کے سامنے پست نظر آتے
آپ نے کبھی اپنی خواہش سے کوئی کام نہ کیا حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کے اشارہ ابرو

کے منتظر رہتے۔ درد و سوز اور عشق و مستی کی ایسی کیفیات سے سرشار تھے جو صرف مردانِ احرار کو حاصل ہوتی ہیں جسے شاہانِ تاجدار بھی نہیں پاسکتے۔ بوریہ پر بیٹھ کر سدرہ نشینی کا لطف مردانِ احرار کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ جاہ و منصب والوں کو نہیں شاہ کمال پر حضرت شیخ بندگی کی نوازشات اور عنایات غایت درجہ تھیں حضرت شاہ اولین مریدوں میں سرفہرت اور سب پر سبقت کیے ہوئے تھے مرتبہ فنا فی الشیخ میں جو مقام آپ کو حاصل تھا وہ کسی اور کو میسر نہ آسکا خدمت گذاری میں ایسی استقامت رکھتے کہ ہم عصر بھی دنگ رہ جاتے ہر گھڑی ہر آن و فور شوق اور مست و بخنودی کے سرزد و کیف نے شاہ کمال سے ہا کمال بنا دیا تھا۔

حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کی محبت ہی اوڑھنا بچھونا تھا۔ وہ مرید با صفا جو اپنے شیخ طریقت کے چہرہ اقدس کے دیدار سے دونوں جہاں سے بے نیاز ہو جاتا ہے درحقیقت وہ باطن میں کچھ اور ہی نظارہ کرتا ہے۔ اس بچید سے صرف طالب اور مطلوب ہی آگاہ ہوتے ہیں۔

کیا ہے کسی سے کام تجھے دیکھنے کے بعد

سب کو میرا سلام تجھے دیکھنے کے بعد

جلوہ کسی کا ہو یا تجلی کسی کی ہو

ہے دیکھنا حرام تجھے دیکھنے کے بعد

حضرت شاہ کمال علیہ الرحمۃ المتعال عشاق کے سرخیل ہیں۔ پر خاراوی عشق کا ہر خارا آپ کے لیے گلاب بن گیا تھا۔ اور آپ تختِ محبت پر فروکش ہو گئے تھے۔ عشاق کا گروہ آپ کے عشق لازوال پر ماز کرتا رہے گا۔ حضرت شیخ بندگی کے عشق میں تمام عمر مجرّد رہے آپ کا حال بلند اور مرتبہ عالی تھا۔ بلا ضرورت کسی سے بات بھی نہ کرتے عالم استغراق میں عجب قسم کی کرامات کا ظہور ہوتا۔ جنہیں سمجھنے سے صاحبانِ عقل و دانش بھی عاجز تھے۔

سینہ اقدس آتش سوزاں کی حرارت سے چلتا رہتا۔ قریب سے گزرنے والے اس تپش کو با آسانی محسوس کرتے جیسے کوئی دھکتے ہوئے انگاروں کے قریب سے گذرنا

ہے۔ جذب و سلوک کی منازل آپ کے عشق سرمدی پر مٹا رہیں اسرار و معرفت کے خزانے سینہ بے کینہ میں سمائے ہوئے تھے آپ کی نظر درودِ لاودا کے لیے دوا بن گئی تھی۔

حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے لے جا کر غوث الثقلین کے مرقد مقدس کے آنگن میں حاضر کر دیا۔ اور جب مجھے خلعت قطبیہ مرحمت فرمائی گئی تو اس وقت بھی شیخ کمال میرے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بس اس وقت بھی عنایت و درجات میں سے جو کچھ بھی عطا ہوا اس میں اس کا بھی حق ادا کر دیا۔

مقامات داؤدی میں لکھا ہے اس عالی مقام گروہ کی راہ میں سلوک کی ابتدا سے طریقہ تصوف کے کسب کی انتہا تک شاہ کمال کی مصروفیت کا وظیفہ یہی تھا۔ با وضو ہو کر دست بستہ حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کی طرف اپنا چہرہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور تمام رات ان کی طرف توجہ کیے رہتے۔ اگر کسی وقت بتفضائے بشریت ان پر غفلت کچھ گھڑی غلبہ کرتی تو اسی وقت پھر وضو کرتے اور اسی طرح دست ادب باندھ کر حضرت شیخ کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ اور تمام عمر حجرہ نشمین کی طرف کبھی پشت نہ کی۔ اور تمام اوقات میں ذرہ بھر کوتاہی نہ کرتے۔ حضرت شاہ کمال علیہ الرحمۃ المتعال کو طریقت میں مرتبہ بلند حاصل تھا۔ اور محبت شیخ کو دونوں جہاں کا وسیلہ سمجھتے۔ اسی عالی مرتبہ فنا فی الشیخ میں فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ اور باقی باللہ کے مراتب پنہاں ہیں۔

گر جدا بنی زحمت تو خواہ را گم کنی ہم متن وہم دیباچہ را
ترجمہ: اگر تم اپنے شیخ کو خدا سے جدا سمجھتے رہے تو پھر کتاب تو حید کے معنی و مفہوم کو کیسے پاؤ گے۔

حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ نے فرمایا کہ شیخ کمال کبھی لذت نفس و عیش کی طرف مائل نہ ہوتے یوم التمزیر (یعنی عقل و ہوش کے دن) کی صبح سے لے کر آب حیات کی مانند تنگ و تاریک کوشوں میں محکف رہے اور گناہ کبیرہ تو درکنار گناہ صغیرہ کے بھی کبھی مرتکب نہ ہوئے۔

حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ فرمایا کرتے کہ حق سبحانہ تعالیٰ و تقدس نے جب مجھے ارشاد و تلقین کی مسند پر بٹھایا تو ہر طرف سے ہر قسم کے لوگوں کو تو بہ کے ارادے اور ارادت کی نیت سے میری طرف بھیجا اور ہزاروں لوگ خدا تک رسائی کے نام پر بھی آئے لیکن جب میں نے بغور ان کا جائزہ لیا اور طریقت کا جواب پایا تو میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ محض بہشت کے طالب اور دوزخ سے خائف نکلے۔ بعض درویشی اور مشنیت کی جاہ و منزلت کے طالب تھے۔ اور کچھ ناموس و دولت کی طلب رکھنے والے تھے اور بعض اسم و رسم کے خواہاں تھے۔ تاہم جن لوگوں کو ذات کبریا کے طالب اور معبود مطلق کے خواہاں کہا جاسکتا ہے اور جن کی ہمت کا باعث کوئی غرض نہیں ہے۔ ایسے دو آدمی میرے پاس آئے۔ ایک شاہ کمال اور دوسرے شیخ عبد الوہاب رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں

نمی خواہد کمال از یار جز یار بیا موزید درویشاں گدائی
ترجمہ: کمال یار سے سوائے یار کے اور کچھ نہیں چاہتا۔ اے درویشو گدائی کا انداز سیکھ لو۔

منقول ہے کہ کسی غریب بیوہ عورت کا ایک پیارا سا بیٹا تھا جس کی روح کا پرندہ اس کے سن بلوغت تک پہنچنے سے پہلے ہی قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ وہ بڑھیا حالت دیوانگی میں ماتنوں سے اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے مردہ بیٹے کا لاشہ اٹھائے حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور اپنے بیٹے کے زندہ کرنے کی استدعا گریہ زاری سے کرنے لگی۔ حضرت شیخ نے امر ربانی کے آگے سر تسلیم خم کرنے کی تلقین فرمائی اور اسے دُفن کرنے کا کہا۔ اس دیوانی عورت نے درد آلود چہرے کے ساتھ اس کا لاشہ وہاں سے اٹھایا۔ اور بندگی شیخ کمال کے حجرے کا رخ کیا۔ آپ اس وقت بحر سکر (استغراق) میں غرق تھے۔

اس عورت نے خوئی آنکھوں سے درد بھرے مالوں سے شیخ کا دل دہلا کر رکھ دیا۔ چنانچہ شیخ کمال نے بغیر کسی تاہل کے بچے کا ہاتھ پکڑا اور کہا ”تم باذن اللہ تعالیٰ“ اللہ کے حکم سے اُٹھ جا۔

یہ فرمایا تھا کہ وہ لڑکا اسی وقت زندہ ہو گیا۔ اور کھیلتے ہوئے ماں کے ساتھ اسی راہ سے گیا۔ جو حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کی نشست گاہ تھی۔ جب آپ اس سے آگاہ ہوئے اور اس عورت اور بچے کو دیکھا تو بڑے جلال میں آئے اور فرمایا کمال دیوانہ ہو گیا ہے۔ اسے قید کر کے رکھنا چاہیے۔ حالت جلال حیدری میں اٹھے اور شیخ کمال کے حجرے میں تشریف لے گئے اور انہیں اپنے دونوں ہاتھوں میں الٹا کر باہر لائے اور خانقاہ کے کنویں میں الٹا لٹکا دیا۔ اور اس کنویں کا دہانہ لکڑی اور گھاس پھونس سے ڈھانپ دیا۔ آخر دو ماہ کے بعد انہیں اس جہس سے نکالا اور سخت مذمت فرمائی کہ خیر دار آئندہ ایسا نہ کرنا۔ کہ یہ امر ربی کے برخلاف ہے۔

سلطان التارکین یعنی دنیا سے بے نیاز حضرات کے بادشاہ اور عارفوں کے پیشوا حضرت شیخ میاں حبیب محمد علیہ الرحمۃ الرضوان فرماتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ فوراً شاہ کمال پر مہربان ہوئے۔ انہوں نے بھی اپنی تقصیر اسی وقت معاف کروائی اور حضرت شیخ قدس سرہ کے مبارک قدموں سے لپٹ گئے۔ شیخ میاں حبیب فرماتے ہیں کہ اس فعل پر شاہ کمال اس سزا کے مستحق ہو چکے تھے کہ ہماری زندگی اس قید خانے سے نجات نہ پاتے۔ لیکن کیونکہ وہ حضرت شیخ کے محرم راز تھے اس لیے کرم کا دروازہ کھل گیا اور اس لیے بھی کہ وہ اس وقت انتہائی سکر (استغراق) کی حالت میں تھے ورنہ اس فعل کے مرتکب نہ ہوتے۔

بندگی شیخ کمال علیہ الرحمۃ الرضوان اس دار ملال سے دار کمال کی طرف حضرت شیخ قدس سرہ کے وصال کے چھ ماہ بعد سرائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے

بے باک پامنہ بہ ادب گاہ اہل فقر خوابیدہ است شیرنستان بوریہ
ترجمہ: اے آنے والے اہل فقر کی ادب گاہوں میں بے باکانہ قدم نہ رکھ کہ بوریہ کے
نستان کا شیر مخواب ہے۔

حضرت سید خیر الدین شاہ ابوالمعالی نور اللہ مرقدہ کا ذکر خیر

نسبت عالی۔ عارف لایزالی لعل بے مثالی نگہ فیض نرالی عاشق

لا ابالی عشق و مستی کا جمشید آسمان توحید کا نقش و لفریب جام ہرمدی سے لبریز
 خزانہ الاصفیاء میں لکھا ہے آپ کا نام سید خیر الدین لقب ابوالمعالی ہے والد
 بزرگوار کا نام مامی اسم گرامی بندگی سید رحمت اللہ تھا۔ جو حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ
 کے برادر اکبر تھے۔

شاہ ابوالمعالی کی ولادت 10 ذوالحجہ 960ھ بمقام شیر گڑھ میں ہوئی۔ اسی سال
 ہندوستان کا مغل فرمانروا نصیر الدین ہمایوں معزولی کے بعد دوبارہ تخت نشین ہوا۔

حضرت شاہ ابوالمعالی اوائل عمری سے ہی کیف و مستی میں طبع لطیف رکھتے تھے۔
 ابتدائی تعلیم اپنے عظیم والد مکرم سے حاصل کی علوم نقلی و عقلی میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اور
 دیگر علوم میں بھی دسترس حاصل تھی۔ لڑکپن سے ہی شاعرانہ مزاج تھا۔ آپ کے اشعار
 معارف و معانی کے اعتبار سے نرالی اسلوب کے حامل ہیں۔ مئے وحدت سے لبریز آپ
 کی شاعری عشاق ربانی کے دلوں کو گرماتی ہے۔ اکثر حالت استغراق میں رہتے تھے۔
 کالمین کے پیشوا حضرت شیخ سید داؤد بندگی قادری کرمانی قدس سرہ السامی کی صحبت و تربیت
 حاصل تھی۔ حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کی نگاہ فیض انوار سے نورانی باطن کے مالک تھے۔
 شاہ ابوالمعالی انتہائی کٹھن ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہتے۔ اور حضرت شیخ قدس سرہ کی
 خدمت میں ہمہ وقت حکم کی تعمیل کے لیے مستعد رہتے تھے حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ
 سے آپ کو تین نسبتیں تھیں۔ پہلی نسبت حضرت شیخ آپ کے چچا تھے دوسری نسبت شرف
 دامادی سے سرفراز تھے۔ تیسری نسبت عظیم مرید اور خلیفہ و جانشین اور اول سجادہ نشین تھے۔

حضرت شاہ ابوالمعالی کے ذکر میں مقامات داودی میں لکھا ہے کہ آپ عارفوں میں معروف تر اور علمائے ربانی میں بڑے عالم تھے۔ اور سلیم الفطرت آفاق و انفس کے کمالات کے جامع اور فیض قدسی کا نمونہ تھے۔ اپنی ہمت اور طاقت سے بڑھ کر ریاضت و مجاہدات میں ملکہ حاصل تھا ہر سوں صوم وصال کے ساتھ بیابانوں میں بسر کیے اور افطار کے وقت نیلوفر کے پتے اہال کر کھاتے رہے اور روزہ طے رکھتے تھے۔

رسالہ تحفۃ القادریہ ان کی اعلیٰ تصنیف ہے۔ جس میں حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے احوال کو اس خوبصورتی کے ساتھ قلم اللماس سے لکھا ہے جس میں تشنگان قادیہ کے لیے انوکھی ضیافت اور لذیذ دسترخوان کا سامان ہے حضرت شاہ ابوالمعالی کے اشعار کا اسلوب صاف ستھرا اور ہموار ہے ان کی لطافت کا حامل کلام سہل رنگ لیے ہوئے ہے غربتی مسلمی اور معالی تخلص سے اشعار کہتے تھے۔ ان کا دیوان ہزار آفرین و تحسین کے لائق ہے۔ کچھ اشعار عارفی کے تخلص سے بھی کہے ہیں اور بڑے ہی رواں اور شیریں ہیں۔ ان کی لکھی ہوئی ایک اور کتاب ’مونس جان‘ ہے۔ جو گلستان کے انداز میں ترتیب دی ہے یہ تصنیف حنیف لطائف و ظرائف پر مبنی ہے۔ ہر موضوع پر آپ نے رسائل تالیف فرمائے ہیں جن میں سے ہر ایک زمانے کے دشوار پسندوں کے شعور و ادراک اور دانش کے بازو کا تعویذ ہیں۔

حضرت غوث الاعظم کی مدح میں بہت سی ابیات عاشقانہ اور اشعار مستانہ کہے ہیں۔ جو حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے طالبوں کے لیے روح افزا ہیں۔

انہی میں سے ایک غزل یہ ہے۔

آں ترک عجم چون ذی حسن طرب کرد	بر پشت سمند آمدہ حید عرب کرد
چون کا کل ترکانہ جینداخت زمستی	غارت گری کوفہ و بغداد و حلب کرد

خوبان کہ زخوبی چو گل و سبزہ نمودند از ناز ہمہ زیر قدم کرد عجب کرد
 آں مادہ چہ مائی و چہ شانی است کہ از عشق ہر غمزہ یافت ازو ہر چہ طلب کرد
 داری خبری مہمہ جلی کہ معالی بریاد تو القادر قادر ہمہ شب کرد
 ترجمہ: (وہ عجمی ترک یعنی محبوب جب حسن کی شراب سے سرشار ہوا تو سمند یعنی اخیل
 گھوڑے پر آیا اور اس نے عرب کو شکار کیا۔

جب اس نے مستی کے عالم میں ترکوں جیسی زلفیں کھولیں تو کوفہ و بغداد اور حلب کو
 لوٹ لیا۔ وہ حسین جو حسن میں گل و سبزہ کی طرح دکھائی دیتے تھے۔ ان سب کو اس نے ناز
 کے قدموں تلے روند ڈالا اس نے کیا عجب کام کیا۔ وہ چاند کیسا چاند اور کیسا بادشاہ ہے کہ
 عشق کی بدولت اس سے ہر غمزہ نے مراد پائی۔ اے مادہ جلی تجھے کچھ خبر نہیں کہ معالی نے
 تمام رات تیری یاد میں القادر قادر کا ورد کیا۔

حضرت شاہ ابوالمعالی نور اللہ مرقدہ کا کلام ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ شعر
 کہتے ہوئے اپنا پاکیزہ اور معطر دل ہی باہر نکال دیتے آپ کے کلام ذیشان پر کوئی کلام نہیں
 کہ بڑے بڑے مامور شعراء آپ کے کلام کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ اس عشق و
 مستی کے رنگریز اور جام وحدت سے مدہوش شاہ نے بائیس برس تک اپنے شیخ طریقت شیخ
 داؤد بندگی قدس سرہ کے فضل والے سائے اور اکیسیر نظر میں گزارنے کی سعادت پائی۔ اور
 فیضان داؤدی سے کثیر دولت سرمدی حاصل کی۔ حضرت شیخ بندگی قدس سرہ آپ پر حد درجہ
 مہربان تھے۔ اور اکثر خلوت میں آپ کو طلب کر کے ارشاد و تلقین فرماتے۔ شاہ ابوالمعالی
 سے گفت و شنید کر کے بڑے مخطوط ہوئے۔ اس نرالی شان کے عارف صادق شاہ ابوالمعالی کا
 رتبہ ارجمند تھا اور حضرت شیخ داؤد قدس سرہ کی خدمت کو عبادت کا درجہ دیتے ہر گھڑی ہر آن
 آپ کے حکم کے منتظر رہتے۔

روایت ہے کہ ملا امیر انجم جو کہ حضرت شاہ ابو المعالی کا دل و جان سے مخلص تھا۔ اس نے بتایا کہ ایک روز بعض ارادت مندوں کے دل میں یہ خیال گذرا کہ حضرت شاہ نے قرآن پاک حفظ کیا ہے یا نہیں۔ اسی اثنا میں حضرت شاہ اپنے حجرہ مبارک سے باہر نکلے موذن شام کی اذان دے رہا تھا۔ ملا امیر انجم نے تکبیر کہی۔ حضرت شاہ ابو المعالی اہانت کے لیے آگے بڑھے۔ اور پہلی رکعت میں سات پارے سورۃ بقرہ تا سورۃ الانعام پکھا یہی تجوید کے ساتھ تلاوت فرمائے کہ مقتدیوں کی ساتیں منارج کے اور حروف کے ادا کرنے اور وقفوں پر والدہ شیفتہ ہوئیں اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو ابھی عشاء کی نماز کا وقت کافی تھا۔

سفیدۃ الاولیاء میں لکھا ہے ملا نعمت اللہ فرماتے ہیں ایک روز میں اس گمان میں مبتلا ہوا کہ میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے بے پناہ ارادت رکھتا ہوں یقیناً وہ بھی میری اس ارادت مندگی سے آگاہ ہوں گے۔ جبکہ آپ کا فرمان ہے اگر میں مغرب میں ہوں اور میرا مرید ننگے سر مشرق میں ہو تو میں اس کی سرپوشی کروں گا۔

رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کسی وجہ سے پریشان ہوں اور میرا سر ننگا ہے۔ اسی وقت حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اور ایک پگڑی مجھے عنایت فرمائی۔ اور ارشاد ہوا کہ ہم تیرے اس حال سے آگاہ ہیں کہ تو ننگے سر کھڑا ہے۔ لہذا ہم نے تیرا سر ڈھانپ دیا ہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت شاہ ابو المعالی نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ اور ایک سفید دستار عنایت کی اور فرمایا کہ یہ وہی رات والی دستار ہے جو حضرت غوث الاعظم نے تجھے عطا کی تھی۔

صاحب اخبار الاخبار شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ حضرت سید داؤد بندگی کرمانی قدس اللہ سرہ کے روحانی جانشین شیخ ابو المعالی نور اللہ مرقدہ ہیں جو بڑے عالی منصب پر فائز ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ بڑی کٹھن ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہتے

ہیں۔ اور بڑی شہرت و بزرگی کے مالک ہیں۔ اور تندرست و توانا ہیں۔ حسن مقال کی صفت سے متصف ہیں اور حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی مدح میں اشعار بھی کہتے ہیں اور فارسی زبان میں بہترین اسلوب رکھتے ہیں۔ مجھے (عبدالحق) کو ان سے ملاقات کا بہت اشتیاق ہے انشاء اللہ یہ تمنا بھی پوری ہوگی۔

خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ ابوالمعالی کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شہرت اور مقبولیت عطا فرمائی اور بڑا وسیع حلقہ آپ سے ارادت رکھتا تھا۔ اور آپ کے وعظ و تلقین سے ہزاروں لوگ فیض یاب ہوئے اور بہت سے غیر مسلم بھی حلقہ یگوش اسلام ہوئے آپ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے بھی نسبت اویسی رکھتے تھے۔ آپ کی ایک ایسی کرامت ہے جو عوام اناس میں بڑی مقبول ہے۔ جو شخص آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوتا ہے اسی رات حضرت غوث الاعظم کے دیدار سے شرف ہوتا تھا۔

شاہ محمد باقر خلیف الرشید فرماتے ہیں ایک دن میں اپنے والد مکرم حضرت شاہ ابوالمعالی کی خدمت میں حاضر تھا ایک شخص ہارنیش اور بظاہر پرہیزگار دکھائی دیتا تھا۔ خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس شخص کے لیے کھڑے نہ ہوئے۔ جبکہ آپ کا معمول تھا کہ علماء اور صالح نفوس کے لیے سر و قد کھڑے ہو جاتے۔ مجھے حیرت سی ہوئی کہ حضرت شاہ کے اس شخص کے لیے کھڑے نہ ہونے میں کیا حکمت ہو سکتی ہے۔ ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپ نور باطن سے آگاہ ہو کر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ فاسق و فاجر کو تعظیم نہ دینا چاہیے کہ یہ مکروہ ہے جبکہ والدین، امام، دیندار متقی اور بزرگ لوگوں کی تعظیم کرنا مستحب ہے۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ واقعی وہ شخص فاسق و فاجر تھا۔

اسی مجلس میں کسی ارادت مند نے عرض کیا کہ شیخ سجدی شیرازی نے حضور

غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی۔ حضرت شاہ ابو المعالی نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے کیونکہ شیخ سعدی حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے وصال مبارک کے چالیس سال بعد پیدا ہوئے۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ شیخ سعدی عبدالقادر ثانی کے ارادت مند تھے جو کہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے اور صورت و سیرت میں اپنے دادا سے بڑی مشابہت رکھتے تھے۔

علم و عرفان سے آگاہی رکھنے والے شہزادہ محمد داراشکوہ قادری سہید الاولیاء میں رقمطراز ہیں۔ کہ میرے شیخ طریقت عارف حق آگاہ حضرت ملا شاہ بدخشی نے ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ ہم اپنے استاد مکرم ملا نعمت اللہ جو کہ عالم باعمل تھے ان کے ہمراہ حضرت شاہ ابو المعالی نور اللہ مرقدہ کی زیارت کے لیے آپ کے آستانہ خسروانہ پر حاضر ہوئے اور آپ نے بڑی تحسین فرمائی۔ دوران گفتگو آپ کا ایک ارادت مند حاضر خدمت ہوا اور ایک خوبصورت تسبیح پیش کی آپ نے قبول فرما کر اپنے سامنے رکھ دی میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اگر حضرت شاہ ابو المعالی کو کشف قلوب حاصل ہے تو یہ تسبیح مجھے عنایت فرمادیں کچھ دیر بعد جب ہم رخصت کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا حسب خواہش یہ تسبیح لے لو۔ اور اگر ہو سکے تو سومرتبہ اس پر درود شریف پڑھ لیا کرنا۔ تاکہ تسبیح لانے والے کو اور تمہیں ثواب حاصل ہو۔ حضرت شاہ ابو المعالی لعل بے مثالی حتی المقدور کرامت کے اظہار سے گریز کرتے۔ لیکن آپ کا حال اسقدر بلند تھا بفضل تعالیٰ کرامات کا ظہور تسلسل سے جاری رہا۔

آپ سخن دلبرانہ میں ممتاز تھے۔ آپ کے اشعار میں جذب و کیف اور عشق و سرمستی کا راز فاش ہوتا ہے اور بعض اشعار معنی و مطالب کے اعتبار سے سمندر کی سی گہرائی کے حامل ہیں شاہ عبدالحق محدث دہلوی جیسے فاضل اجل بھی آپ کی شاعری کے زبردست

مداح تھے۔

حضرت شاہ ابوالعالی کی ایک نظم حضرت شیخ سید داؤد دہلوی کی قدس اللہ سرہ کے مزار مقدس میں چاروں طرف کندہ ہے۔ اس کے چند اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

نکتہ وحدت کہ کس رانیت حاصل بی گمان
طالبان را از رخ خوب تو شد عین الیقین
قطب عالم شیخ داؤد آں سپہر معرفت
عالم علم مبین و شارح شرح متین
خلعت قرب و کرامت راست بہ بالائی او
ہم شریعت ہم حقیقت دارد اندر آستین

ترجمہ: وحدت کا نکتہ جو بلاشبہ کسی کو بھی میسر نہیں۔ وہ آپ کے رخ خوب سے طالبوں کے لیے عین الیقین ہو گیا۔ یعنی انہوں نے وحدت کو آنکھوں سے دیکھ لیا۔

دنیا کے قطب شیخ داؤد جو کہ معرفت کے آسمان ہیں وہ علم مبین کے عالم اور شرع متین پر چلنے والے ہیں قرب و کرامت کی خلعت ان کے وجود پر ٹھیک بیٹھتی ہے ان کی آستین میں شریعت بھی ہے اور حقیقت بھی۔

حضرت شاہ نے اپنے شیخ طریقت کی عظمت اور روحانیت میں آپ کا منصب و مرتبہ کس قدر آسان پیرائے میں ظاہر کیا ہے۔

شہنشاہ جہانگیر کے دربار کا مشہور شاعر طالب آملی جو کہ ایرانی نژاد تھا۔ اور شاہ ابوالعالی کا مرید تھا۔ بعد میں واپس ایران چلا گیا تھا۔ اس نے لاہور شہر کی تعریف میں لکھے ہوئے قصیدے میں حضرت شاہ کا ذکر بڑے احترام سے کیا ہے جسے مولانا شبلی نعمانی نے اپنی مشہور تصنیف شعر العجم جلد سوم میں وہ قصیدہ لکھا ہے

کنم زان رہ مرید آساشب و روز
کرامتہا بیان در باب لاہور
کہ پیر دہگیر و مرشد من
یکے قطب است از اقطاب لاہور
خدایا زندہ جاوید دارش
ہ آب خضر یعنی آب لاہور

ترجمہ: میں لاہور کے بارے میں مریدوں کی طرح کرامتیں بیان کر رہا ہوں۔ کیونکہ میرا پیر دہگیر اور مرشد لاہور کے قطبوں میں سے ایک قطب ہے۔ خدایا تو اسے آب حیات یعنی آب لاہور سے ہمیشہ کے لیے زندہ رکھ۔

خالد مصطفیٰ صدیقی نے 1979ء میں ”ہمارے ولی“ نام سے دہلی سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جس میں حضرت شاہ ابوالعالی نور اللہ مرقدہ کے بارے میں لکھا ہے۔ کہ بحر علوم و حقائق و معارف حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی جیسے نابذ روزگار بھی شاہ ابوالعالی سے بے پناہ ارادت رکھتے تھے۔ اور باطنی تسکین کے لیے آپ کی توجہ اور رہنمائی کے طالب رہتے تھے۔ شیخ محدث نے حضرت شاہ کے اصرار پر فتوح الغیب کی شرح لکھی جو علمی اعتبار سے بڑی بلند پایہ ہے۔ اور پھر حضرت شاہ ہی کے ایما پر شرح مشکوٰۃ شریف بھی تحریر فرمائی۔ اور اس شرح کے لکھنے میں حضرت شاہ ابوالعالی کی ہدایات اور مشاورت کو بڑا عمل دخل ہے۔ حضرت شاہ نے فرمایا شرح مشکوٰۃ شریف میں جا بجا اشعار کے استعمال سے عبارت دلچسپ اور نہایت موثر ثابت ہوگی۔ شیخ محدث نے اسی طرح اس شرح کو بڑے خوبصورت پیرائے میں لکھا۔ شیخ محدث کے بارے میں سیرت نگار اور مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ ہندوستان میں علم حدیث کو باقاعدہ اور منظم طریقے سے

آپ نے ہی روشناس کرایا ہے۔ آپ نے علم حدیث پر کئی کتب لکھی ہیں۔ جن میں لمعات جو کہ شرح مشکوٰۃ شریف ہے اسے چھ سال کی محنت شاقہ سے مکمل کیا اور یہ ایک شاہکار ہے۔ شیخ محدث کی دوسری شہرہ آفاق تصانیف میں مدارج النبوت سیرت کی اعلیٰ ترین کتب میں شمار ہوتی ہے جذب القلوب الی دیار المحبوب مدینہ پاک کی تاریخ پر بہترین کاوش ہے۔ اخبار الاخیار تذکرۃ الاولیاء کے مخمین میں اپنی مثال آپ ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی غنیۃ الطالبین کا فارسی میں ترجمہ کیا غرضیکہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی علمی خدمات کا احاطہ کرنا ممکن نہیں برصغیر میں آپ کا علمی مقام بلند تر ہے۔ اور آپ کی ان خدمات جلیلہ سے کون آگاہ نہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ حضرت شاہ ابوالمعالی کی زیارت فیض بشارت کے لیے جن دنوں لاہور تشریف لائے۔ تو حضرت شاہ ان دنوں لاہور سے باہر تھے۔ شیخ محدث آپ سے ملاقات کے انتظار میں لاہور میں کچھ دن تک مزارات کی زیارت سے مستفیض ہوتے رہے۔ حضرت شاہ ابوالمعالی جب واپس آئے تو شیخ محدث سے فرمایا عبدالحق ابھی ہم نے کچھ دن اور لاہور سے باہر رہنا تھا۔ آپ کی محبت کا جذبہ ہمیں واپس لے آیا اس ملاقات میں ان عظیم المرتبت ہستیوں کے درمیان راز و نیاز بھی رہا۔ اور حضرت شاہ نے شیخ محدث کو اس ملاقات میں شرح مشکوٰۃ شریف کی ترغیب دلائی۔ اور فرمایا انشاء اللہ اس شرح کے فیوض سے ایک عالم فیض پائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ پھر آپ نے شیخ محدث کو واپس دہلی جانے کی تاکید کی اور فرمایا دہلی میں آپ کے فراق سے طالبان علم تشنگی میں مبتلا ہیں۔ حضرت شاہ ابوالمعالی نے شیخ محدث پر خصوصی عنایت فرمائی اور روحانی فیوضات کے ساتھ خصوصی دعاؤں کے سائے میں آپ کو رخصت کیا۔ لاہور میں قیام کے دوران شیخ محدث دہلوی نے اپنے فرزند کو ایک خط تحریر کیا جس میں لکھا تھا کہ شیخ کامل شاہ ابوالمعالی واپس دہلی جانے پر اصرار فرما رہے ہیں

جبکہ لاہور میں مزید قیام کرنے اور حضرت شاہ سے فیض صحبت کے لیے میرادل راغب ہے حضرت سید خیر الدین شاہ ابوالمعالی قطب عالی نور اللہ مرقدہ کے فضائل و مناقب کے لیے الگ دفتر درکار ہے۔ جن نامور علماء فضلا اور عرفا نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ ان میں شاہان وقت بھی آپ کی علمی و روحانی قدر و منزلت کے معترف تھے۔ اس گنجینہ معارف سے اخذ فیض کرنے والے چند با عظمت حضرات کا ذکر خیر کرنا لازم ہے تاکہ ماواقفوں کو آپ کے رتبہ ارجمند سے آگاہی حاصل ہو سکے حضرت شاہ ابوالمعالی عاشق الایزالی سے دولت فیض حاصل کرنے والوں میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی مقتدائے علما اور عارف ربانی کے علاوہ ملا عبد القادر بدایونی۔ استاذ العلماء ملا نعمت اللہ۔ ملک اشعرا ابوالفضل فیضی۔ جہانگیر بادشاہ کا مقرب عظیم شاعر طالب آملی شہزادہ محمد دارالشکوہ کے شیخ طریقت ملا شاہ بدخشی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے مادیو یگانہ روزگار مستیاں شامل ہیں۔ یہ تمام حضرات قدسی اطوار رکھنے والے تھے اور علم و فضل کے کوہ گراں تھے۔ حضرت شاہ ابوالمعالی نور اللہ مرقدہ کے شیخ طریقت منبع علم حقیقت بندگی شیخ سید داؤد قادری کرمانی قدس سرہ السامی نے شہود قادریہ کا جام وحدت جو سید مانوٹ الثقلین رضی اللہ عنہ سے نوش فرمایا تھا اس میں سے چند قطرے حضرت شاہ ابوالمعالی کو بھی عطا فرمائے تھے اور بندگی شیخ داؤد قدس سرہ آپ پر غایت درجہ مہربان تھے۔

منقول ہے حضرت شاہ ابوالمعالی قطب عالی نور اللہ مرقدہ پر جب مرض الموت کا غلبہ ہوا۔ تو آپ کے صاحبزادے سید باقر شاہ صاحب صدق و صفائے عرض کیا حضور اس وقت آپ کے مقدس ضمیر کو کیا دکھائی دے رہا ہے آپ نے فرمایا ذات رب الاعلیٰ کے سوا کیا ہے جو دکھائی دے۔ اس وقت تو کیا اس کے بعد بھی میری بصر بصیرت کو معبود حقیقی کے سوا کچھ اور نظر نہیں آ سکتا بوقت رحلت آپ نے فرمایا۔ مجھے تکمیل کی قدرت اور قدرتِ بہت سے

پیدائش کی اجازت کما حقہ میسر آئی۔ لیکن مرتبہ تو حید اور عالم شہود کے غلبہ کے باعث میں طالبوں کی تربیت و تعمیر کی طرف کم ہی متوجہ ہوا۔ آخر اس جام وحدت کے جام نے 16 ماہ ربیع الاول 1024ھ کو دارقانی سے دارباقی کی طرف رحلت فرمائی یہ عہد جہانگیر بادشاہ کا تھا۔ آپ نے اپنی حیات میں ہی اپنے لیے مقبرہ تعمیر کرایا تھا۔ اس ہشت پہلو گنبد میں آپ محو استراحت ہیں۔ لاہور میں کوالمنڈی کے قریب آپ کا مزار مقدس زیارت گاہ خلق ہے۔

آپ کے آٹھ صاحبزادے تھے۔

سید شاہ محمد درویشؒ، سید شاہ عبدالستارؒ، سید شاہ محمد باقرؒ، سید شاہ محمد فاضلؒ، سید شاہ محمد عارفؒ، سید شاہ محمد صادقؒ، سید شاہ محمد کاشفؒ اور سید شاہ محمد کاظم رحمہم اللہ تعالیٰ
اول سجادہ نشین سید شاہ محمد فاضلؒ نے مسند سجادگی کو رونق بخشی جبکہ موجودہ بارہویں سجادہ نشین سید سلیم اکبر شاہ صاحب ہیں۔ جو علم دوست اور شفیق انسان ہیں۔ اسلاف کی نشانی ہیں۔ انہوں نے درگاہ عالیہ معالیہ سے متصل ایک عظیم الشان مدرسہ تعمیر کر کے شعبہ حفظ و ناظرہ قائم کیا ہے۔ اور توفیق الہی سے ان کے صاحبزادے سید زین العابدین صاحب جو کہ فاضل درس نظامی ہیں۔ ان کو اس مدرسہ کی زینت بنایا ہے۔ طلبہ کی کثیر تعداد اس سے مستفیض ہو رہی ہے۔ سید سلیم شاہ صاحب اپنے اسلاف کے طریقہ کے مطابق خلق خدا کی خدمت پر معمور ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں تندرستی کے ساتھ عمر دوام عطا فرمائے اور خانقاہی نظام کے وارثوں کو ان کی تقلید کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آج خانقاہی نظام سجادہ نشینوں کی عدم توجہ کے باعث دم توڑ رہا ہے۔ اور یہ بہت بڑا المیہ ہے۔ جو خانقاہیں رشد و ہدایت کا منبع تھیں۔ جہاں سے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج و اشاعت ہوئی۔ آج وہی خانقاہیں وارثوں

کی غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے ارشاد و تلقین کے معروف طریقہ سے محروم نظر آ رہی ہیں۔ جبکہ ان پاکیزہ مزارات سے روحانی فیوض و برکات جاری و ساری ہیں۔ سید سلیم شاہ صاحب زہیب سجادہ درگاہ عالیہ معالیہ تحسین و آفرین کے مستحق ہیں۔ خداوند عالم انہیں توفیق کثیر سے سرفراز فرمائے۔ مؤلف کا آپ سے دیرینہ تعلق ہے۔

آل شاہ ابوالمعالی بندہ خود نواز

برآسمان عزت و خورشید ورتابد

ترجمہ: حضرت شاہ ابوالمعالی جب کسی بندے کو نوازتے ہیں تو اس کی عزت و شہرت کا سورج آسمان کی بلندی تک پہنچتا ہے۔

حضرت شاہ ابوالمعالی کی تصانیف

اصول صوفیہ: روحانیہ الاوراد: رسالہ نوریہ

زعفران زار: رسالہ شوقیہ المعروف بہ ہفت گریہ

پازدہ ابیات قصیدہ الصباہ: گلدستہ باغ ارم

مونس جاں:

اس کے علاوہ تحفۃ القادر یہ کو بہت شہرت حاصل ہے یہ کتاب حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ زندگی کے واقعات پر مبنی ہے۔ اور انداز تحریر اعلیٰ پایہ کا ہے اور آپ کے اشعار پر مبنی ایک دیوان بھی موجود ہے جو دیوان غربتی کے نام سے ہے۔ غربتی مسلمانی اور معالی کے تخلص سے آپ کی شاعری صوفیاء کے لیے خوان نعمت کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ کے اشعار بڑے درد و سوز سے لبریز اور عشق و مستی کی کاجام ہیں۔

حضرت شاہ ابوالمعالی کے شیخ طریقت شیخ سید داؤد بندگی قادری کرمانی کی شان میں چند اشعار

توئی آن کعبہ مقصود کہ باصدق و صفا

پشت افلاک پئے سجدہ روئی تو ضمد

ترجمہ: آپ ہی وہ کعبہ مقصود ہیں کہ آپ کے چہرہ انور کو سجدہ کرنے کے لیے صدق و صفا کے ساتھ آسمانوں کی کمر جھکی۔

آغاز کرمت گلشن جان خرم و سبز

میوہ حاصل آن معرفت رب مجید

ترجمہ: آپ کے لطف و کرم سے روح کا باغ سرسبز و شاداب ہے اس سے جو میوہ حاصل ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔

شیخ داؤد صحاب کرم و بحر سخا

کہ جہان ساختہ معمور بہ صد فیض جدید

ترجمہ: شیخ داؤد جو لطف و کرم کا بادل ہیں اور سخاوت کے سمندر کہ جنہوں نے سینکڑوں نئے فیوض سے دنیا کو بھر دیا ہے۔

آیت رحمت حق معانی جان صورت تست

کہ خروار آمدہ درشان من از بخت سعید

ترجمہ: اللہ کی رحمت کی نشانی اور روح کے معانی آپ کا چہرہ ہے جو خوش قسمتی سے میرے حق میں لازم ہو گئی ہے۔

ہستم از جام محبت ہمہ دم والدہ و مست

این و آن را چہ شناسم من داؤد پرست

ترجمہ: میں محبت کے پیالے سے ہر پل سر مست و شیدا ہوں میں داؤد پرست اور اداہر
کے لوگوں کو بھلا کیا اہمیت دیتا ہوں۔

بہ تحت فقر بشینم چو حاصل گشت مقصودم

سلیمانی کنم کز جان غلام شیخ داؤد

ترجمہ: جب میرا مقصود مجھے حاصل ہو جائے گا تو میں فقر کے تحت پر بیٹھوں گا سلیمان
بھی حکمرانی کروں گا کیوں کہ میں دل سے شیخ داؤد کا غلام ہوں۔

تعالی اللہ زہے شاہی کہ نامش شیخ داؤد است

کہ اندر صورت و سیرت نہ بندد بہ ازیں صورت

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی بادشاہت بڑی ہے کہ اس کا نام شیخ داؤد ہے کہ جو صورت اور سیرت
میں اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔

جہاں کعبہ مُلک و مُلک باشد چنینی باشد

کہ روح شیخ محی الدین مجسم شدیدیں صورت

ترجمہ: اس کا جمال کائنات اور فرشتوں کا کعبہ ہے اور ایسا ہے کہ شیخ محی الدین کی رُوح
اس شکل میں مجسم ہو گئی ہے۔

چند پرستی کہ چہ ورد و چہ وظائف داری

نیست ورد من و لدادہ بجز یا داؤد

ترجمہ: کیا پوچھتے ہو کہ میں کیا اور دو وظائف پڑھتا ہوں مجھے عاشق زار کا وظیفہ 'یا داؤد'
کے سوا کچھ نہیں ہے۔

غربتی از رہ مسجد بہ در میکده شد

آن پری چہرہ خدا مانگہ ازین رہ آورد

ترجمہ: غربتی مسجد کے راستے سے مے خانے کے دروازے پر جا پہنچا اللہ اُس پری چہرہ محبوب کو اچانک اس راستے پر لایا۔

کشف انوار تجلی بہ در داؤدی است

کشف و کشاف چہ در مدرسہ ہامی خوانی

ترجمہ: تجلیات کے انوار کا ظہور شیخ داؤد کے در پر ہوتا ہے تم مدرسوں میں کشف اور کشاف (کتابیں) کیا پڑھتے ہو۔

اس کے علاوہ در دو سوز سے ہڑ چند اشعار اہل ذوق کی تسکین کے لیے۔

اللہ اللہ چہ حضور ایست کہ دارد دل و جان

از دو رخسار دل افروز توہر روز دو عید

ترجمہ: سبحان اللہ، دل و جان کو کس شان کی حضوری میسر ہے۔ آپ کے دل کو چمکانے والے دو رخساروں کی وجہ سے میری ہر روز دو عیدیں ہوتی ہیں۔

شد بہ تقریب وصالش غربتی مرد ملنگ

آن پسر چون کرد جا در روضہ بابا فرید

ترجمہ: غربتی اس کے وصال کے حصول کے لیے مرد ملنگ بن گیا جب وہ نوجوان روضہ بابا فرید میں داخل ہوا۔

یا رب بحق جمال عبدالقادر

یا رب بحق کمال عبدالقادر

ترجمہ: یا رب عبدالقادر کی خوبصورتی کے طفیل۔ یا رب عبدالقادر کے کمال کے طفیل

بد حال ابوالمعالی زار و ضعیف

رحمی کن درہ وصال عبدالقادر

ترجمہ: کمزور اور ناتواں ابوالمعالی کے حال پر۔ عبدالقادر سے وصال کے راہ میں۔ مجھ

پر رحم کر (یعنی عبدالقادر سے ملاقات کے لیے اپنا رحم فرما)

عقل ہر چند احسن است ولی

اندرین راہ جنوں خوب است

ترجمہ: ہر چند عقل بہت اچھی چیز ہے۔ مگر اس راستے میں تو جنوں ہی بہتر ہے۔

غربتی عقل رانمی خواہم

زانکہ آزادی بجز وہی است

ترجمہ: اے غربتی! میں عقل نہیں چاہتا۔ کیوں کہ آزادی بجز وہی کے طفیل ہی ہے۔

دل افسردہ کہ گردد بگفت ازہر کسے گرمی

دم داؤد باید کہ احسن را کند نرمی

ترجمہ: پریشان دل ہر کسی کے ساتھ تلخی (گرمی) سے بات کرنا ہے۔ داؤد کا دم چاہیے

تا کہ اچھے طریقے سے نرمی سے کرے۔

شاہ ابوالمعالی کے دیوان غربتی میں سے چند اشعار

غربتی تاکہ ہست در عالم

بستہ زلف باد می گردد

ترجمہ: غربتی جب سے اس دنیا میں ہے۔ زلف یا ر سے بندھا ہوا ملتا ہے۔

ہر کہ را قید زلف باوی نیست

شتر بے مہارے می گردد

ترجمہ: جو اس زلف کا قیدی نہیں ہے۔ وہ شتر بے مہار بن جاتا ہے۔

غربتی جان میکند در عین وصل

وصل خواہاں نیست کاری سرسری

ترجمہ: غربتی عین وصل کی گھڑی مر جائے گا۔ خواہ صورت لوگوں کا وصل معمولی بات نہیں

صد بلاء جان خود گریم بشوق

تاہمن یکدم نہیند آن بدمی

ترجمہ: میں سو مصیبتوں کے باعث رونا ہوں تاکہ ایک پل اسی لیے ایک پل کے لیے

کہیں آرام سے نہیں بیٹھ سکتا۔

داری خبر ای مہ جلی کہ معالی

یاد تو القادر قادر ہمہ شب کرد

ترجمہ: تو معالی کے احوال کی خبر رکھتا ہے کہ۔ جس نے تیری یاد میں ساری رات القادر

القادر کا ورد کیا۔

غربتی گرچہ لذیذ است بظاہر رخ تو

ہست در عشق تو شرگشتہ چو اوئیس قرنی

ترجمہ: اے غربتی اگرچہ تیرا چہرہ بظاہر بڑا خوبصورت ہے۔ لیکن تیری عشق میں حالت

اوئیس قرنی کی طرح بے حال ہے۔

ہر کہ حق دوست کرد از کرم
دوست گردد بعالم دم بدم

ترجمہ: جس نے بھی دوست کا حق اپنے کرم سے ادا کر دیا۔ وہ دنیا میں ہر دم (سب کا) دوست بن جاتا ہے۔

بخت فتر ہشیم چو ساحل گشت مقصودم
سلیمانی کنم کز جان غلام شیخ داؤد م

ترجمہ: میں خوش بخت ہوں کہ ساحل پر گھومنا میرا مقصود ہے۔ میں شیخ داؤد کا غلام ہوں اور جان و دل سے سلیمانی کروں گا۔

نہست در پیش خدا بہ ز محبت ہنری
ایں ہنر در تو اگر زعیب چہ عیب

ترجمہ: خدا کے حضور محبت سے بڑا کوئی ہنر نہیں ہے۔ اگر یہ ہنر تجھ میں عیب ہے تو کیا عیب

آں کہ شاہنشاہ شایان حد ماست
تیز مارا پیشوا و راہنما است

ترجمہ: وہ شاہنشاہوں کا شاہنشاہ (شان بالا) ہماری حد ہے۔ وہ ہمارا بھی پیشوا اور راہنما ہے۔

چوں گلویم ثنائے او در سخن
بمہر طالب ذکر مطلوب دوا است

ترجمہ: میں شعر میں اس کی تعریف کیسے نہ کروں۔ محبت میں ذکر کا طالب ہے دوا کا مطلوب ہے۔

حضرت شیخ عبدالوہاب علیہ الرحمۃ الرضوان

حقیقت کا جام جہاں نما تخر دی کی بلندی کا ہوا دی توفیق کے

سائلوں کا پیشوا جو ہر معنی کا خزانہ فانی مطلق باقی بحق

قدوة الاصحاب شیخ عبدالوہاب علیہ الرحمۃ یگانہ روزگار اور صوفی صاحب اسرار

معارف الہی کا مخزن تھے۔ بلند فطرت اور ارجمند معرفت کے مالک تھے۔ بلوغت کی بہار کی

درخشانی کے آغاز اور شعور کے شجر کے پھولنے کی ابتدا سے ہی ہندگی شیخ داؤد کرمانی قدس سرہ

السامی کے حضور تربیت کے شرف سے معزز اور معتبر ہوئے۔ قریش کے قبیلہ سے تعلق تھا۔

نوعمری میں ہی والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ان کے والد شگرہ میں سکونت پذیر تھے۔ کم

عمری میں ہی ماں باپ کی شفقت سے محروم ہو گئے یعنی وہ انتقال کر گئے۔ اس مصرع کے مصداق

در یتیم راہمہ کس مشتری بود

قیمتی موتی کا ہر کوئی خریدار ہوتا ہے

ان کے ایک صاحب حال و منال ماموں نے اپنی فرزندگی میں لے لیا اور ان کی

تربیت و پرورش کی طرف توجہ کی منقول ہے کہ شیخ عبدالوہاب ولایت مآب کی طبیعت میں

فہم و ذکا بچپن سے ہی آراستہ تھا اور ان کی فطرت کا جو ہر سن بلوغت سے قبل ہی دانش

و ادراک سے پیرا ستہ تھا۔ وہ صغیر سنی میں ہی ایسی گفتگو کرتے کہ سننے والے تعجب و تحیر میں مبتلا

ہو جاتے۔

آپ کے ماموں نے کچھ غیر معمولی ذہانت و متانت دیکھ کر آپ کی پرورش کی

طرف زیادہ توجہ دینا شروع کی اور اپنے بیٹوں سے زیادہ ان کی طرف رجحان ہو گیا۔ ان

کے آرام و آسائش کے لیے کوشاں رہتے۔

جب شیخ عبدالوہاب کے پسندیدہ افعال ماموں اور اُن کی بیوی اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ تو تنہائی اور بیکسی کے ملال سے ان کا دل بجد آزرده ہوا۔ دل بہلانے کی خاطر انہوں نے پردیس کی راہ لی۔ اور پھرتے پھرتے سنگرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ملک سہسو کے قبیلے میں پہنچ گئے۔ جو دریائے بیاس کے کنارے حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کی خانقاہ سے دو کوس کے فاصلے پر تھا۔ آپ وہاں ایک مسجد میں مقیم ہوئے اور بچوں کے درس کو دہرانا اور انہیں سبق دینے میں آرام ملا اسی دوران ایک موقع پر فضل و افعال کے پروں والے شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ نماز ادا کرنے کے لیے اس مسجد میں تشریف لائے تو جب فیض اثر نظر کے مسافر کا دور جو سب پر یکساں چلتا تھا شیخ عبدالوہاب تک پہنچا تو آفرینش کے اس خلاصہ کی بصیرت نے جان لیا اور حضرت شیخ بندگی قدس سرہ نے ملک سہسو کو مخاطب کر کے فرمایا یہ درمیتیم یہاں کب سے ہے اس نے عرض کیا حضور یہ تین چار ہفتے سے یہاں آیا ہے اور بچوں کے سبق کے تکرار سے آرام و قرار پاتا ہے۔

حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ اس کمالات سے مزین نوجوان کو اس دیرانے سے اپنی خانقاہ میں لے آئے اور ایک خاص جگہ شہر سے باہر اس کے لیے مقرر فرما دی۔ یہ جگہ نشیب کی صورت تھی جہاں بارشوں کے موسم میں بہت زیادہ پانی جمع ہو جاتا اور برسات کے موسم میں جو۔ مٹی تھی وغیرہ کا سبزہ عجب بہار دکھاتا چمنستان اسرار کے اس نورس (ناز چلوں) کو سب سے پہلے اس سبزہ زار کی محافظت پر مامور کیا

منظر فیض اکبر شیخ داؤد بندگی قدس سرہ اس مرغزار میں ہر صبح طلوع آفتاب کے وقت شیخ فرید الدین عطار کی مثنوی منطق الطیر کا سبق عنایت فرماتے جب شیخ عبدالوہاب اسے ختم کرتے تو شیخ بندگی عبدالرحمن جامی کی لوائح اس کے ہاتھ میں دے دیتے۔ اور یوں اس کے حفظ سے اس کی فطرت کے چہرے پر معرفت کا دریا بہہ کھول دیتے۔ ایک برس تک

یہ سلسلہ چلتا رہا۔ جب شیخ وہاب بلوغت تک پہنچے تو حکم ہوا کہ حضرت شیخ کے مسند پر مجلس آراستہ کرتے وقت بھی شرف حاضری سے مشرف ہو۔ تاکہ اصحاب ولایت کی لڑی میں پرویا جائے اس صحبت فیض بخش سے شیخ وہاب پر اسرار ربانی اور معرفت یزدانی کے دروازے کھلے اور ہدایت و بخشش کے اتنے اسباب میسر آئے کہ دوسرے لوگوں کو کون کون ریاضتوں کے بعد بھی میسر نہ آ سکے۔

یعنی فتوحات غیبیہ اور فیوضات لاریبیہ (جس میں کوئی شک نہیں) ان میں کچھ اس طرح ظاہر ہوئیں کہ انہیں شمار میں لانا ممکن نہیں ہے جو کوئی بھی شیخ وہاب سے علوم و فنون کی بابت سوال کرنا تو آپ کی زبان اقدس سے حکمت و رموز کے ایسے موتی جھڑتے کہ سننے والا متحیر و مبہوت ہو کر رہ جاتا۔

شیخ عبدالوہاب علیہ الرحمۃ الرضوان استقدر غیور تھے کہ انہوں نے نفس کی لذتوں کو فراموش کر دیا تھا۔ ریاضت اور مجاہدے کا طریقہ انتہائی سخت جان تھا۔ وہ روزہ طے کو تین دن سے چالیس روز تک پہنچا دیتے اور یہ بھید ہرگز کسی پر افشا نہ ہونے دیتے ان کا جسم سراپا روح بن چکا تھا۔ نماز عشاء کے بعد او را دو وظائف سے فارغ ہو کر ایک بیچہ (کدال) بغل میں لیکر کچھ دیر آرام کرتے جب سب لوگ خواب خرگوش میں ہوتے تو چپکے سے اٹھ جاتے اور باہر جا کر ٹیلوں کی رہگذر (راستہ) کو ہموار کرتے تاکہ حضرت شیخ ہندگی قدس سرہ کی خانقاہ جنت نشان پر آنے والے لوگوں کو آسانی سے گزرنے میں مدد ملے۔ یہ جو راستے اور گذرگا ہیں نشیب کی طرف سے آتی ہیں یہ شیخ وہاب کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہیں۔ کہ وہ سب ہموار ہو چکی ہیں آپ کا یہ معمول رہا کہ تمام عمر کبھی کسی کو کسی بھی طرح کی زحمت نہ دی۔ ہمیشہ دوسروں کے آرام اور آسائش کا خیال رکھا۔ اور اپنے لیے تمام عیش و نشاط کے دروازے بند رکھے۔ اگر کبھی نیند کا غلبہ ہوتا تو چند گھڑی آرام کر لیتے اگر کوئی چارپائی وغیرہ

لاکرویتا تو محض اس کی دلجوئی کے لیے کچھ دیر اس پر آرام فرماتے ورنہ زمین پر کروٹ لے کر کچھ دیر کے لیے سو جاتے۔

اور جب کبھی حقائق بیان کرنے والی زبان سے گہری اور حکمت آموز گفتگو کرتے تو علماء اور عرفا حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتے، کہ شیخ وہاب کہاں کی خبر دے رہے ہیں۔ اور اس زبان بے مثال میں کس کا پرتو ہے۔ کہ دامائی رعنائی اور زیبائی کیسے ہوئے ہے حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ العزیز نے عاشق لاہالی صاحب مقامات عالی شاہ ابوالمعالی علیہ الرحمۃ الغفر ان کو صوفیاء کے مادر طریقے کی مشق اور اس عالی گروہ کے آداب کی تعلیم کے لیے شیخ عبدالوہاب کے سپرد کر رکھا تھا۔ ان کی صحبت میں باقاعدگی کے ساتھ حاضر رہنے کی پابندی لگا رکھی تھی۔ اس سے شیخ عبدالوہاب علیہ الرحمۃ کے اعلیٰ و ارفع مقام فقر کا پتہ چلتا ہے۔

من نمی دانم کہ این جنس سخن را نام چیست

فی نبوت می توانم گفتنش نے ساحری

ترجمہ: مجھے نہیں معلوم اس جنس سخن کا کیا نام ہے اسے نہ تو نبوت ہی کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی ساحری (جادو)

روایت ہے کہ ایک مرتبہ امداد کے سردار اور اہل دانش و فرهنگ کے پیشوا حضرت شاہ ابوسحاق لاہوری (مزنگ) نے ابتدائے سلوک و معرفت میں لاہور سے حضرت شیخ داؤد قدس سرہ کے لیے آم کا نہایت نفیس اور معطر مربہ کا ایک خاص ڈبہ بطور تحفہ لیا اور زبدۃ الاصحاب شیخ عبدالوہاب کو حضرت شیخ بندگی کا صحیح مصاحب اور فیصح جانتے ہوئے ایک چھوٹا ڈبہ الگ سے لیکر شیر گڑھ روانہ ہوئے۔ جب شیخ ابوسحاق حسین گڑھ کے قریب پہنچے تو پتہ چلا کہ شیخ عبدالوہاب کسی کام کی غرض سے یہیں تشریف فرما ہیں۔ ابوسحاق نے وہ مربے والا

چھوٹا برتن نکال کر انہیں پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ بڑا کوزہ حضرت شیخ بندگی کے لیے ہے۔ یہ سن کو شیخ وہاب نے بڑے بیچ و تاب کھائے اور اپنے والا کوزہ اٹھا کر دیوار میں دے مارا کوزہ ریزہ ریزہ ہو گیا انتہائی عتاب کی حالت میں فرمایا۔ ابو اسحاق یہ دیکھ کر نفیق والی حرکت تیرے اندر کیوں پیدا ہوئی۔ تجھے علم نہیں کہ حقیقی مرید اپنے پیر کی ذات میں محو ہوتا ہے وہی ایک کوزہ جو تو حضرت شیخ بندگی کے لیے لایا ہے وہ ہم سب کے لیے کافی ہے تو نے عجیب باطل سوچ کو اپنے دل میں راہ دی اور فخر نفاق کا دریچہ اپنے لیے کھولا۔

ابو اسحاق وہاں سے حیرت زدہ ہو کر اپنی پیٹھ پر بٹائی پر خجالت کا پسینہ لیے اس قطب آفاق حضرت شیخ داؤد بندگی کی خدمت میں حاضر ہوئے ڈرتے لرزتے پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ آپ نے تمام معاملہ نور باطن سے جان لیا۔ اور فرمایا ابو اسحاق تو نے راستے میں میرے بابو کو دیکھا (شفقت سے شیخ عبد الوہاب کو بابو کہا کرتے تھے) اور محبت کی طریقت کو سمجھ لیا۔ تجھے چاہیے کہ میرے پیاروں کو مجھ سے جدا نہ سمجھے اور آج کے بعد سے اس طرح کی سوچ دل میں نہ لانا حضرت شیخ بندگی قدس سرہ فرمایا کرتے کہ بندگی شیخ کمال اور بندگی شیخ عبد الوہاب کو قدرت لایزال نے تصرف اور کرامت کا مرتبہ اکمل عطا کیا ہے۔ اگرچہ میں نے انہیں بارہا اس امر کی اجازت دی کہ مجھ سے الگ ہو جاؤ اور اپنا تصرف و کرامت کام میں لاؤ۔ لیکن انہوں نے میری رفاقت سے دوری اختیار نہ کی۔

روایت ہے ایک روز للنشین و دربار خاص کے مالک شیخ عبد الوہاب علیہ الرحمۃ نے ملاپنہاں کو جو حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کا غلام خاص اور رفیع الشان خواتین کا محرم تھا کو اپنے پاس بلایا اور اس سے فرمایا کہ حضرت عارفہ یعنی بی بی رافعہ رحمۃ اللہ علیہا زوجہ محترمہ حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کی خدمت میں جا اور میری طرف سے دعا سلام عرض کر اور یہ چند سنگے (سکے) ان کے پائے مبارک کے سامنے رکھ کر کہہ کہ آج رات میں نے حضرت شیخ بندگی

قدس سرہ کی طرف سے اشارہ دیکھا ہے کہ وہ مجھے اپنے پاس بلا رہے ہیں۔ آپ ذرا متوجہ رہیں کہ حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کی کیا منشا ہے۔ کہ چند روز دنیا میں رہوں یا ان کی خدمت عالی میں پہنچوں ملاپہاں نے ایہ التماس حضرت بی بی رافعہ رحمۃ اللہ علیہا کی خدمت میں کوش گزار کر دی انہوں نے فرمایا آج رات تحقیق کر کے تمہیں کل اس کا جواب مل جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو شیخ عبد الوہاب اپنے سوال کے جواب کا انتظار کر رہے تھے۔

حضرت بی بی صاحبہ نے ملاپہاں کو طلب کیا اور فرمایا کل رات حضرت شیخ بندگی کے جمال میں گئی اور یہ بات عرض کی۔ اُس وقت ان کے ہاتھ میں عصا مبارک تھا انہوں نے اوپر کی طرف اشارہ فرمایا۔ ملاپہاں نے فوراً یہ جواب شیخ عبد الوہاب تک پہنچایا یہ سن کر بہت مسرور و شاد ماں ہوئے۔

مصرع

از دوست یک اشارت و از مایہ دو دیدن

یعنی دوست کی طرف سے ایک اشارہ اور ہمارا اس کی طرف سر کے بل دوڑنا۔
 لونگو نام کا ایک جولاہا صالح اور نیک بخت آدمی تھا جو ہر وقت شیخ عبد الوہاب کی خدمت پر مامور تھا شیخ نے اسے طلب کیا اور فرمایا کہ میرا کوئی لباس تیرے پاس ہے وہ تین عدد پرائی قمیضیں اور دو پچھٹے پرانے تہبند اور ایک چھری لے آیا اور عرض کیا کہ یہ آپ کا کل اٹا ہے۔ شیخ عبد الوہاب عالی مراتب نے وہ اشیا ملاپہاں اور لوگوں میں تقسیم کر دیں اور معافی طلب کی دوستوں کو الوداع کہی اور فرمایا میری قبر شیخ کمال علیہ الرحمۃ المتعال کی قبر کے ساتھ تیار کرنا۔ یہ فرما کر حجرے میں تشریف لے گئے اور لونگو خادم سے فرمایا کہ حجرہ باہر سے بند کر دو، نماز ظہر کے بعد آ کر معلوم کر لیتا۔ جب لونگو مذکورہ وقت پر حجرہ شریف کے اندر گیا تو دیکھا کہ شیخ عبد الوہاب علیہ الرحمۃ دارا بتلا سے دار بقا تشریف لے گئے ہیں لونگو چیخ

اٹھا کہ شیخ نے رحلت فرمائی ہے۔ اور یہ بات ثابت ہو گئی اور طے پا گئی۔ کہ وہ رہنے اور جانے میں اہل اختیار میں سے تھے حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کے وصال مبارک کے ٹھیک چھ ماہ بعد بندگی شیخ کمال نے رحلت فرمائی اُن کے چند ماہ بعد شیخ عبدالوہاب عالم باقی کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ اس درجہ غیور تھے کہ تمام عمر عزیز میں کبھی آپ کی زبان اقدس پر کوئی سوال نہ آیا۔

وادعی عشق کے اس سالار نے تمام عمر اپنے شیخ طریقت کے مبارک قدموں میں بسر کی اور خدمت شیخ ہی دولت پائیدار تھی حضرت شیخ بندگی قدس سرہ آپ پر اس قدر نوازش فرماتے کہ دوسرے اصحاب شیخ عبدالوہاب کے مقدر پر رشک کرتے۔ اور آپ کے وسیلے سے حضرت شیخ بندگی قدس سرہ تک اپنی گذارشات پیش کرتے۔ جنہیں حضرت شیخ بندگی کبھی رو نہ کرتے تھے۔ سبحان اللہ

خاکِ دفنوری نہادِ نبدہ مولا صفات
 ہر دو جہاں سے غنی اُس کا دل بے نیاز
 اُس کی اُمیدیں قلیل اُس کے مقاصد جلیل
 اُس کی اداد لقریب اُس کی نگہ لخواز

حضرت شیخ جمال الدین المعروف شیخ بہلول دہلوی نور اللہ مرقدہ

مولانا ابوالکلام آزاد کے تذکرے میں لکھا ہے کہ شیخ جمال الدین المعروف بہ شیخ بہلول دہلوی مولانا ابوالکلام آزاد کے جد اعلیٰ تھے۔ شیخ جمال کا اصل وطن دہلی تھا۔ عہد اکبری میں مشاہیر علماء اور صوفیا میں سے تھے انہوں نے علوم منقول کی تعلیم سید رفیع الدین شیرازی سے حاصل کی اور سلوک و طریقت کی منزلیں آسمان معرفت کے تاجدار شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ سے طے کیں۔ اور دہلی میں واپس تشریف لائے تو درس و تدریس میں مشغول ہوئے انہوں نے درس و تدریس کے ساتھ ارشاد و تلقین کا سلسلہ بھی جاری کیا۔ لوگ دور دراز کی منزلیں طے کر کے فیوض ظاہری و باطنی حاصل کرتے۔

جب اکبری دور میں شیخ مبارک کو عروج حاصل ہوا اور دین الہی کی بنیاد پڑی تو شیخ جمال الدین دل برداشتہ ہو کر مکہ معظمہ چلے گئے۔ اُسی زمانے میں جب شیخ مبارک نے بادشاہ کے امام عادل ہونے کا محضر تیار کیا۔ اور دار الحکومت کے علماء کے اس پر دستخط لئے گئے تو وہ محضر علمائے دہلی کے دستخط کے لیے دہلی بھیجا گیا۔ لیکن حضرت شیخ جمال نے اُس محضر پر دستخط کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جس قدر اس پر دستخط ہو چکے ہیں کافی ہیں ہم کو شہ نشینوں کو اس کے لیے کیوں تکلیف دی جاتی ہے۔ اگر اس محضر پر ہمارے دستخط ضروری ہیں تو پھر ہندوستان کے تمام مشاہیر کے دستخط لیے جائیں اس کے بعد جب مشرق کے علماء نے بادشاہ کے خلاف فتویٰ دے دیا تو جن دہلی کے علماء پر حکومت نے شبہ کیا کہ وہ اس مسئلے میں مشرق کے علماء سے رابطہ رکھتے ہیں۔ اُن میں شیخ جمال الدین بھی تھے جب حالات زیادہ خراب ہوئے تو وہ ۹۸۷ھ میں اپنے شاگردوں اور مریدوں کی ایک جماعت لے کر حج کے ارادے سے مکہ معظمہ چلے گئے۔ تقریباً تیرہ سال تک وہاں مقیم رہے ۱۰۰۰ھ میں خان اعظم

دربار اکبری کی گمراہیوں اور بے راہ رویوں سے بیزار ہو کر حج کے لیے چلے گئے تو شیخ جمال الدینؒ اچھے میں اس کے ساتھ واپس آئے تذکروں میں لکھا ہے کہ ناصر الملک پیر محمد خان۔ خان خانان۔ اور خان اعظم کو کتاش کو حضرت شیخ جمال الدین سے بے حد عقیدت تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ حضرت شیخ ان کے مال و دولت میں سے کچھ قبول کریں لیکن آپ نے یہ کہہ کر ہمیشہ انکار کر دیا۔ کہ میں تو گھر بنانے سے بھی ڈرتا ہوں کہ کہیں دل ویران نہ ہو جائے ہندوستان کے مشہور عالم اور لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد کے مادری سلسلے کے جدِ اعلیٰ شیخ جمال الدین ہیں یہ تمام تفصیل مولانا ابوالکلام آزاد کے تذکرے میں ص ۲۹ تا ۳۵ سے ماخوذ ہے۔

حضرت شاہ ابواسحاق قادری لاہوری علیہ الرحمۃ الباری کے احوال

روحانی فیض کے آثار کے مظہر و اردات سبحانی کے احناف معرکہ طریقت کے پیش خرام ممالک اسرار کے فرمانبردار صحیفہ تصوف کے عنوان دیوان تقرب کے انتخاب عارف الاطلاق حضرت شاہ ابواسحاق لاہوری علیہ الرحمۃ عجیب اطوار کے مالک اور انوکھے ایثار کے حامل تھے مقامات داوری میں لکھا ہے آپ کا مولد و مدفن دارالسلطنت لاہور محلہ مہرنگاں مزنگ میں ہے مہرنگ قبیلہ کا تعلق عراق عجم سے ہے اور شاہ اسحاق اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ قبیلہ مہرنگیہ تجارت پیشہ اور مراسم شرم و عزت کے لحاظ سے شہر لاہور میں ممتاز ہے۔ اور اس قبیلے کی یہ حرمت و برکت حضرت شاہ ابواسحاق علیہ الرحمۃ کے وجود باوجود سے نسبت کی بنا پر ہے اور بیشک کل قیامت کے دن بھی اس نسبت کے شرف پر اس قبیلے کو فخر ہوگا۔

جبکہ عظیم محقق مفتی غلام سرور لاہوری نے خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ شاہ ابواسحاق لاہوری کے بزرگ قوم مغل غوری سے تھے۔ محلہ مغل پیر مزنگ میں سکونت پذیر

تھے۔ یہ بھی لکھا ہے جب آپ شیر گڑھ میں معدن فیوض بزدانی مطلع انوار سبحانی حضرت شیخ داؤد کرمانی قدس سرہ السامی کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے تو شاہ ابواسحاق اور حضرت شاہ ابوالمعالی میں بڑی الفت و محبت تھی۔ ایک ہی جگہ پر پر عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر میں بیٹھا کرتے تھے۔

شاہ ابواسحاق علیہ الرحمۃ حضرت شیخ داؤد قدس سرہ کے بزرگ ترین مرید اور عظیم خلفا میں شمار ہوتے تھے۔ جامع العلوم ظاہری و باطنی تھے عرفان و انشا میں درجہ اعلیٰ رکھتے تھے حضرت بندگی شیخ سید داؤد قدس سرہ کے انتہائی منظور نظر اور مقرب ترین تھے۔

شیر گڑھ میں دران قیام بڑی سخت ریاضت میں مشغول رہے اور شیخ داؤد بندگی قدس سرہ نے شاہ کے خالص اخلاص اور درود دل سے متاثر ہو کر آپ کو عظیم الشان روحانی منصب عطا فرمایا تصوف سے ان کے لگاؤ کا باعث اور سلسلہ عالیہ قادریہ سے نسبت کا سبب یہ ہوا جب وہ بچپن کی حد سے نکل کر حد بلوغ کو پہنچے تو انہوں نے سنت کی پابندی کے ساتھ تجارت کا پیشہ بھی اختیار کیا اور دوسرے تاجروں کی نسبت ان کی پونجی بہت قلیل تھی۔ ایک مرتبہ تاجروں کے قافلے کے ساتھ کاہل گئے۔ وہاں انہیں بخار ہو گیا۔ انہوں نے خداوند عالم سے عہد کیا کہ شفا یاب ہو کر اپنا سر منڈوا دیں گے جب بخار اتر گیا تو ان کا دل سر منڈانے پر راضی نہ ہوا۔ پھر بخار ہوا اور بڑے کمزور اور بے حال تھے۔ ایک روز باغ کی سیر کو نکلے انگور خریدے لیکن اپنے حصے سے زیادہ انگور اس خیال سے خرید لیے کہ کسی محتاج کو بھی دے دیں گے۔ باغ کے ایک کونے میں ایک مجذوبہ عورت کو بیٹھے دیکھا انگور کے سارے چھپے اس کے سامنے رکھ دیے۔

اس غیرت رجال کی سرمایہ مجذوبہ نے فوراً مراقبہ سے سر اٹھایا اور شاہ اسحاق پر تیز نگاہ ڈالتے ہوئے بولی۔ اے بواہوس پہلے تو تو نے اللہ کے ساتھ کیے گئے سر منڈوانے

کے عہد کو توڑا اور اب تو دو جہانوں کی عافیت کی تمنا کرتا ہے۔ جا پہلے سرمنڈوا اور پھر اپنا کام کر۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت سرمنڈوا ڈالا اور اس مجذوبہ عورت کے بے حد معتقد و شیفتہ ہو گئے۔ چند روز صبح و شام اس کی خدمت میں کھڑے رہے ایک دن وہ غصے میں بولی تو خواخوہ میرے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہے یہاں سے تجھے کچھ نہیں ملے گا شیخ بوا سحاق نے کہا تو پھر کہاں جاؤں۔ اور کیا کروں وہ بولی تیرے لیے جماعت صوفیا کی دولت کا بڑا حصہ ہے۔ لیکن اس دروازے کا کھلنا اس مرد کے حکم پر موقوف ہے جس نے لاہور اور ملتان کے درمیان تصرف و تسلط کا ڈنکا بجایا ہوا ہے۔ اور جس کے کمالات کا شہرہ اس علاقے میں جا بجا ہے۔ اور تو اسے جلد پالے گا۔ مجذوبہ کی یہ باتیں سن کر شاہ کے باطن میں شوق و طمن کا شعلہ روشن ہوا اور تجارت کا جنون اور سواری کی رغبت جل کر خاک ہو گئی۔ جس وقت ان پر یہ حالت طاری ہوئی اس وقت ان کے پاس ایک گھوڑا اور چند اشرفیاں تھیلی میں تھیں۔ انہوں نے گھوڑا چھوڑ کر تنہا واپس جانے کی ٹھان لی۔ لیکن قافلہ سالار نے جوان کا عزیز تھا اس کی اجازت نہ دی آپ روزانہ اس قافلہ سالار کے پاس جاتے اور وطن روانگی کے بارے میں معلوم کرتے آخر چند دنوں بعد قافلہ لاہور کی جانب روانہ ہو گیا۔ تمام راستہ شوق و ذوق کے پروں سے اڑتے ہوئے اور جذبہ محبت کی حرارت سے گرم اور گداز ہو کر چلتے رہے جب لاہور کی منزل کچھ فاصلے پر رہ گئی۔ تو اپنا گھوڑا ساتھیوں کے سپرد کر کے تنہا گھر کی طرف چل دیئے اور چند اشرفیاں جو تھیلی میں تھیں ان سے کچھ چیزیں خرید لیں۔ اور وہ اپنی والدہ کے آگے رکھ دیں۔ اس عقیقہ خاتون نے سخت ڈانٹ پلائی کہ دوسرے لوگ تو مال خرید کر لاتے ہیں اور تو اپنی رقم سودے پر خرچ کیے بغیر آ گیا ہے۔ سوداگری کا یہ کونسا ڈھنگ ہے۔ غرضیکہ جس روز قافلہ دریا سے گذر گیا۔ وہ جو آپ اپنا گھوڑا قافلے کے سپرد کر آئے تھے وہ بھی گم ہو گیا اب بھائی اور والدہ کے عتاب اور ملامت سے بہت آزرده حال ہوئے۔

اسی پریشانی کے عالم میں اس مجذوبہ کے بتائے ہوئے درویش کامل کا باطن میں وسیلہ ڈھونڈنا اور التجا کی کہ یا الہی اس مرد کے باطن کی حرمت کے طفیل جس کی محبت کے پھندے میں پھنس گیا ہوں اور بے چین و بے قرار ہو چکا ہوں اس محبت کے طفیل وہ گھوڑا بغیر کسی تلاش کے مجھ تک پہنچا دے۔ اور گھروالوں کے سامنے ندامت سے بچالے۔ اتفاق سے ایک دن بعد کسی نے چند گھوڑے لاکران کے حوالے کر دیے۔ جس سے ان کی محبت و ارادت کے چراغ میں تازہ تیل ڈال دیا گیا۔ چنانچہ وہ ہر روز دل افروز شوق کے سینکڑوں شعلوں کے ساتھ باہر نکل جاتے لاہور اور ملتان کے راستے پر بیٹھ جاتے۔ اور ہر وقت آنے جانے والے لوگوں سے اپنے مقصود کی خوشبو سونگھتے۔ اچانک ایک روز ایک ایسے شخص پر نظر پڑی جو پچھے پرانے لباس میں ملبوس تھا اور ایک چھتری اس کے ہاتھ میں تھی۔ جو شکل و صورت سے خاکروب دکھائی دیتا تھا۔ اور آ زاد نشی اور روانگی کے عالم میں خراماں خراماں چلا آ رہا تھا بڑی کشش کے بعد شاہ ابواسحاق نے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے اور کہاں رہتا ہے اس نے جواب دیا نام اور مقام کا کیا پوچھتے ہو۔ میں قصبہ جھنڈی وال کا ہوں۔ میرا نام دھولا ہے۔ حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ کی خانقاہ عزت جاہ میں رہتا ہوں۔ جیسے ہی انہوں حضرت شیخ بندگی کا نام سنا اپنا سر اور چہرہ اس کے پاؤں پر رکھ دیا بڑی عاجزی اور نیا زمندی کے ساتھ بولے۔ اے حق معبود سے تعلق رکھنے والے کعبہ مقصود کے راہبر تھوڑی دیر ٹھہر جا۔ میں والدہ سے اجازت لے کر تیری خدمت میں حاضر ہونا ہوں۔ واپس آئے اور اس کا سامان اپنی کمر پر رکھا اور اس کے ساتھ شیر گڑھ کی طرف روانہ ہوئے راستے میں جب وہ تھک جانا تو شاہ ابواسحاق اس کے پاؤں دباتے۔ اسی طرح راستہ طے ہوا جب خانقاہ عالیہ پر پہنچے تو دور سے حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ العزیز اور شیخ عبدالوہاب علیہ الرحمۃ الرضوان کو بالا خانہ پر تشریف فرما دیکھا۔ دھولا نے اپنا سامان لے لیا اور کہا وہ باہر بیٹھے اور

میں حضرت شیخ کی قدم بوسی کر لوں۔ شاہ اسحاق بھی خوف و اشتیاق کی کیفیت میں چلے۔ حضرت شیخ بندگی نے دست مبارک ان کی طرف اٹھایا اور اشارہ فرمایا کہ آگے آ جا۔ شاہ اسحاق نے کانپتے ہانپتے دوڑ کر شیخ بندگی کے سامنے سر خاک پر رکھ دیا حضرت شیخ بندگی نے فرمایا سر اٹھا۔ شاہ اسحاق میں نہ سراٹھانے کی ہمت تھی اور نہ پیدار کی تاب تھی۔ غشی اور بیہوشی طاری ہو گئی شیخ بندگی قدس سرہ نے خادم سے فرمایا ایک چادر لا کر اس جوان کے کندھے پر ڈال دے۔ غرض رات کے پہلے پہر میں خانقاہ کے ایک کونے میں مالہ و آہ کے ساتھ بسر کی اور رات کے آخری پہر میں فوجہ کناں صحرا کی طرف نکل گئے۔ صبح کے وقت واپس پہنچے۔ حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کی عنایت کا درواہ ہو گیا۔ جوہری نے تمغینے کی پہچان کر لی تھی وقت گزرتا گیا۔ ابو اسحاق کے عشق کی چنگاری شعلہ جوالا بن چکی تھی۔ حضرت شیخ بھی التفات فرماتے تھے کچھ عرصہ خدمت میں رہنے کے بعد لاہور واپس تشریف لائے۔ عجب عشق و مستی کی واردات تھی کسی پل بھی قرار نہ آتا تھا۔

روایت ہے کہ کچھ دنوں بعد خلفائے کرام نے لاہور شہر میں منادی کرا دی سعادت انجام مریدوں کو آگاہ کیا کہ زیارت کے موقع کا موسم اور سعادت و ارادت کا وقت قریب آ گیا ہے روانگی کا سامان تیار کر لو اس زمانے میں لاہور میں حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کے خلفاء۔ شیخ مبارک، شیخ بہاؤ الدین۔ شیخ عمر۔ شیخ خضر۔ رکن الدین کھوکھر اور شیخ عبداللہ تھے۔

ان میں سے ہر ایک گنجینہ حقائق کا گنجور اور بحر معارف کا سفینہ تھا۔ یہ حضرات سال میں دو مرتبہ اپنے مریدوں کے ساتھ حضرت شیخ بندگی کی زیارت کے لیے شیر گڑھ آتے۔ اور نقد و جنس کی صورت میں نذر پیش کرتے اور ایک طریقہ محسن تھا جس کی جو نذر نیاز ہوتی اس کا نام لکھ لیا جاتا اور ایک فہرست بنائی جاتی۔ جب ابو اسحاق کو خبر ہوئی تو وہ بھی

وہاں آگئے اور اس قافلہ کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوئے۔ اُن خلفا نے آپ سے بھی نقد و جنس کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا میرے پاس سوائے اس ایک گلدستہ کے اور کچھ نہیں۔ وہ تازہ زنگس کا تھا اور آپ نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ اس خلیفہ کو یہ دیکھ کر تلخی ہوئی کہ حضرت شیخ کی خدمت میں فقط ایک گلدستہ پیش کرے گا۔ وہ خلیفہ ابو اسحاق پر بڑا برہم ہوا۔ آپ ماچار خاموش رہے قافلہ روانہ ہوا۔ جب یہ خانقاہ کے قریب پہنچا تو ابو اسحاق اس خلیفہ کی ڈانٹ سے ڈر کر سب سے پیچھے رہے۔ ان خلفا نے حضرت شیخ داؤد بندگی کی خدمت میں وہی گلدستہ پیش کرنا چاہا آپ نے فرمایا جو شخص لایا ہے وہی پیش کرے ابو اسحاق نے وہ گلدستہ نیاز مندی کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کیا حضرت شیخ نے گلدستہ لیکر رکھ لیا اور ابو اسحاق کو اپنے قریب جگہ دی اور اپنی خصوصی شفقت و نوازش سے تمام حاضرین کو ابو اسحاق کا مشتاق بنا دیا۔

ممدون را نگریم و قال را ماردون را نگریم و حال را ترجمہ: ہم ظاہر اور گشتار کو نہیں دیکھتے ہم تو باطن اور کردار کو دیکھتے ہیں۔

حضرت شیخ نے اسی وقت وہ گلدستہ ایک درویش کے حوالے کیا کہ اسے دیپالپور لے جا کر درویش محمد خان کے سپرد کر دے۔

حضرت شیخ بندگی لاہور سے آئے ہوئے خلفا اور ولایت کے حامل اصحاب کے حلقہ میں تشریف فرما تھے۔ جب وہ تمام تحفے اور نذرانے آپ کے سامنے پیش کر چکے تو آپ نے اس خلیفہ سے مخاطب ہو کر فرمایا جس نے ابو اسحاق کو صرف ایک گلدستہ ہونے پر ڈانٹ پلائی تھی مخاطب ہوئے یہ چیزیں جو تم لوگ لائے ہو ہمارے مہرنگ (یعنی ابو اسحاق) کے رنگ و بو کی بلکی سی خوشبو ہیں جس پر تو نے اس پر ہماری کا اظہار کیا۔ حضرت شیخ بندگی نے اس کو ہر آبدار کی عزت و اہمیت بڑھادی۔ اور لاہور سے آئے ہوئے قافلے والوں کی

حیرت گم ہوئی۔ اور وہ تمام لوگ شیخ ابواسحاق کے مرتبہ و مقام سے آگاہ ہوئے اور رشک والی نظروں سے اس جوان رعنا کی طرف دیکھتے رہے۔

اب شیخ ابواسحاق خانقاہ فردوس بریں کے ملکین بن گئے اور دن رات حضرت شیخ بندگی کی خدمت میں گزارنے لگے روایت ہے کہ بندگی شاہ کمال کا معمول تھا کہ خانقاہ کے تمام فقرا اور رویشوں کو ایندھن اکٹھا کرنے کے لیے صحرا کی طرف بھیجا کرتے تھے اور یہ کام ان سے عبادت اور شغل و طائف کے بعد لیا جاتا۔

چند دن گزرے تھے کہ حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ نے شاہ ابواسحاق کے لیے ایک الگ حجرہ مقرر فرمادیا اور ان کی خصوصی تربیت و تلقین پر متوجہ ہوئے شاہ اسحاق نے سخت ریاضت کی اور چلہ کشی میں بڑی محنت اٹھائی۔ اس طرح حضرت شیخ نے انہیں دولت ابدی سعادت سرمدی عطا فرمائی۔ اور جب ان کا کام مکمل ہوا تو حضرت شیخ نے واپس لاہور جا کر والدہ اور اپنے بیوی بچوں پر بھی توجہ دینے کا حکم فرمایا اور وہ واپس آ کر فرمان شیخ میں مشغول ہوئے۔

حضرت شاہ ابواسحاق نور اللہ مرقدہ کا معمول بن گیا کہ وہ ہر جمعۃ المبارک کی نماز شیر گڑھ میں حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کی معیت میں ادا کرتے اور بااجازت حضرت شیخ کے دو گھنٹوں میں لاہور شریف لے آتے۔ شاہ اسحاق کے کچھ دوست بھی ان کی رفاقت میں حضرت شیخ کی زیارت کے لیے آتے جن میں شیخ سہتہ وغیرہ بھی تھے۔ وہ بھی حضرت شاہ کی برکت اور پیروی کے طفیل دو پہر میں باآسانی مسافت طے کرتے۔

شاہ ابواسحاق صوفیا کا خاص لباس نہ پہنتے تھے جو کچھ غیب سے میسر آ جاتا پہن لیتے اور جب بھی گھر سے آستانے کی طرف نکلتے تو لوگ بے اختیار ان کے قدموں کے نشانوں پر چلتے روایت ہے کہ شیخ اسحاق سہتہ بڑے مامور علما اور صلحائے دہر کا سرگردہ تھا

اسے حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ سے والہانہ عقیدت و ارادت تھی وہ اکثر شاہ ابواسحاق کے ساتھ انفس و آفاق کے قطب حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کی زیارت کے لیے لاہور سے پایادہ شیر گڑھ پہنچتے ایک رات شاہ ابواسحاق نماز تہجد ادا کر کے خانقاہ کی طرف روانہ ہوئے تو اسحاق سہتہ بھی اس صاحب کمال کے پیچھے تیز تیز چلنے لگے صبح کے وقت شاہ اسحاق کے قدموں کی چاپ سن کر سڑک پر پڑا ایک کالا ناگ پھن پھیلا کر زور سے پھنکارنے لگا۔ شاہ اس سے زوردار آواز میں مخاطب ہوئے کہ ”او بے خبر نادان“ اس ناگ نے یہ سنتے ہی اسی وقت سر زمین پر رکھ دیا جب شاہ روانہ ہوئے تو شیخ اسحاق سہتہ جو آپ کے پیچھے چلے آ رہے تھے حضرت شاہ سے پوچھا کہ اس حالت استغراق میں ناگ کو تنبیہ اور سرزنش کرنے کا کیا سبب تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ درویشوں پر کبھی ایسی حالت بھی وارد ہوتی ہے۔ کہ تمام حیوانات اور مخلوقات ان کی اطاعت و متابعت کے مقام پر ہوتی ہے۔ اور سب ان کا حکم بجا لاتے ہیں۔ وہ ناگ اس وقت شورش پر اتر آیا تھا۔ بلاشبہ میں نے تنبیہ سے کام لیکر اسے سجدے میں گرا دیا۔

حضرت شاہ ابواسحاق نور اللہ مرقدہ جب لاہور میں تشریف فرما ہوتے اور موسم گرما میں انہیں خربوزہ پیش کیا جاتا اور اگر کوئی عمدہ اور میٹھا خربوزہ ہوتا تو اسے رومال میں لپیٹ کر رکھ لیتے اور پھر چند ہی ساعتوں میں شیر گڑھ پہنچ کر حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔

روایت ہے کہ لاہور میں ان دنوں محمد جھولہ نام کا ایک ملحد تھا جو مذہب جبریہ کا پیروکار تھا اور انسان کے فعل و قدرت کا قائل نہ تھا۔ طاعت کی رسی اس نے اپنی گردن سے اتار ڈالی تھی اور نافرمانی کی چراگاہ میں بے لگام چراتا تھا۔

اس نے لاہور کے اکثر مطلق جاہلوں کو اپنا مرید بنا رکھا تھا اور بے قیمت لوگ اس

کے ارد گرد رہتے اس طرح اس نے اپنا اثر بنا رکھا تھا۔ یہ جبریہ فرقہ انتہائی جاہلانہ نظریات کا حامل ہے۔ یہ لوگ نماز اور زکوٰۃ کے قائل نہیں ہوتے۔

حضرت شاہ ابواسحاق نے اس ملحد کو اپنی حکمت سے راہ راست عطا کیا۔ اور وہ

تائب ہوا۔

ضمناً اس جبری کا ذکر آگیا۔ حضرت شاہ ابواسحاق نور اللہ مرقدہ کے دست حق پرست پر ہزاروں لوگ تائب ہوئے۔ اور راہ ہدایت پائی۔ آپ کے فیض بے پایاں سے نامرادوں نے مراد پائی۔ آپ کی سخاوت اور زہد کا چہ چا اطراف تک پھیل گیا۔ آپ جامع کمالات اور عمل و فضل میں بڑے بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ اور آپ کو نگاہ مرشد نے ایسا مقام عطا کیا تھا۔ کہ صاحب مقام بھی اپنے آپ کو شاہ کے سامنے پست و عاجز سمجھتے تھے۔ محبت مرشد ہی آپ کا سرمایہ حیات تھا اپنے شیخ کے تصور میں کھوئے رہتے۔ حضوری کا یہ عالم تھا کہ دوری میں بھی حاصل تھی اپنے شیخ طریقت حضرت سید داؤد بندگی قدس سرہ کے نام پر ہر وقت جان کا نذرانہ پیش کرنے کی طاق میں رہتے۔ اور شیخ بندگی کی نوازشات لمحہ بہ لمحہ آپ کو میسر تھیں۔ شیر گڑھ کی سمت کی طرف کبھی پاؤں نہ کرتے تھے۔ جب کبھی حضرت شیخ بندگی کا ذکر خیر زبان کو ہر بیان پر آ جاتا تو پہلے آنسوؤں سے دل کا وضو کرتے۔ اور عجب سرشاری سے شیخ کا نام نامی اسم گرامی کمال ادب و نیاز سے لیتے اور فرماتے شیخ کا اسم مبارک مصری سے زیادہ میٹھا اور شفا بخش ہے۔ آپ کے آستانہ پر ہر وقت لوگوں کا نامتا بندھا رہتا نذر نیاز کا سلسلہ دن رات جاری رہتا۔ محتاج مساکین اور مجبور و بے سہارا لوگ آپ کے در دولت سے ہر طرح کی خورد و نوش سے سیراب ہوتے۔ پریشان حال اور نامراد آپ کی زبان فیض نشان سے فیض یاب ہوتے روایت ہے کہ ایک روز شیخ اسحاق سہتہ نے عرض کیا کہ نذرانے کی تمام رقم اور جنس دوسرے لوگ لے جاتے ہیں اور آپ کے فرزند ان عزیز

ہمیشہ عسرت و تنگدستی میں رہتے ہیں اور روٹی لباس وغیرہ سے عاجز ہیں کیا یہ مناسب نہیں کہ نقد اور جنس میں سے پہلے اپنے اہل و عیال کی ضرورت کے مطابق نکال لیا جائے۔ اور باقی ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

شاہ ابواسحاق نے فرمایا خاموش ہو جا اگر میرے فرزندوں میں فقراختیاری کی ہمت نہیں تو وہ فقراضطرابی کی خواہنا لیں گے یہ بھی غنیمت ہے۔

دارالسلطنت لاہور کے بعض خلفاء کرام شاہ ابواسحاق کے بارے میں اچھی رائے نہ رکھتے تھے۔ اور مخالفانہ رویہ اختیار کیے ہوئے تھے۔ وہ خلفا اور مریدین لاہور سے شیر گڑھ آئے شیخ داؤد بندگی مسند پر رونق افروز تھے سب قدم بوسی کی سعادت حاصل کر چکے تو حضرت شیخ بندگی قدس سرہ نے فرمایا ہمارے شاہ اسحاق کے بارے میں کیا خبر ہے۔ انہوں نے عرض کیا ہمارا ان سے ملنا ملنا بہت کم ہے۔ اور ہم حضرت شیخ بندگی کے سوا کسی کو نہیں مانتے یہ سن کر آپ کے چہرہ اقدس پر اچھائی ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے۔ اور فرمایا تم لوگ غلط سمجھے ہو لاہور میں شاہ اسحاق کے ہوتے ہوئے تم لوگوں کا میرے پاس آنا محض راستے کی تکلیف اور منزلوں کی اذیت اٹھانا ہے اور پر جلال لہجے میں فرمایا شاہ اسحاق سے ملاقات کر لیا کرو۔ کیونکہ شاہ اسحاق سے ملنا داؤد سے ملاقات کے مترادف ہے۔

تب ان لوگوں کو شاہ اسحاق کے مقدر پر رشک آیا۔ اور انہوں نے ندامت اختیار کی۔ واہ فنائے طریقت کے شہباز اور کشور حقیقت کے سالار جسے کالمین کے پیشوا اور سالکین کے سلطان شیخ داؤد بندگی قدس سرہ نے اس افتخار سے مشرف کر کے خاص اعزاز سے نوازا۔ اور آپ کے مرتبہ و مقام سے ان لوگوں کو آگاہ فرما دیا۔

حضرت شیخ بندگی کے وصال مبارک کے ٹھیک دو سال بعد شاہ ابواسحاق نور اللہ مرقدہ نے چھ محرم الحرام 984ھ پانچ اپریل 1575ء کو اس دار فانی سے عالم جاودانی کی

طرف رحلت فرمائی آپ کا مزار مبارک مزنگ لاہور میں مرجع خلافت ہے۔

جسے تو سر بلند کرے وہ شاد رہتا ہے

خود ی تکبر سدا بے نام رہتا ہے

ہوائیں عشق و مستی کی چلتی ہیں دم بدم

محببوں کا گھر سدا آباد رہتا ہے

حضرت شاہ ابواسحاق نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ ارجمند حضرت قاری شیخ شمس الدین

قادری کا مزار اقدس لاہور میں جی او آر میں گاف روڈ پر مرجع خلافت ہے۔

حضرت شاہ ابواسحاق کے سجادہ نشینوں کی فہرست اس طرح ہے۔

☆ سید محمود علی شاہ گیلانی ☆ سید احمد علی شاہ گیلانی

☆ سید برکت علی شاہ گیلانی ☆ سید حسین شاہ گیلانی

☆ سید پیر عالم شاہ گیلانی ☆ سید امیر علی شاہ گیلانی

☆ سید افتخار علی شاہ گیلانی

اور موجودہ سجادہ نشین سید اعجاز علی شاہ گیلانی ہیں۔ البقا اللہ

جن سے مولف کی ملاقات ہوئی ہے۔ آپ بڑے خلوص اور انکسار والے انسان ہیں۔

حضرت شیخ سید داؤد بندگی کے مزار اقدس سے متصل مزارات کی تفصیل

سلطان الطریق ربہر شریعت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ کے مزار مقدس پر ایک عظیم الشان گنبد تعمیر کیا گیا ہے۔ جس کی تعمیر کے بارے میں گذشتہ سطور میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس فردوس بریں گنبد کے اندرونی حصہ میں انتہائی نفاست کے ساتھ نقش نگاری کا کام بڑی مہارت سے کیا ہوا ہے۔ چونہ گچ پر منوٹی کام دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کرتا ہے۔ چاروں طرف دیواروں پر سورۃ فتح منوٹی کام میں لکھی ہوئی ہے۔ اس گنبد مبارک کے اندر مرکزی قبر اطہر حضرت شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ کی ہے اور اس کے دائیں اور بائیں اطراف میں سترہ قبور اور بھی ہیں۔ جن میں زیادہ تر سجادہ نشین حضرات آسودہ خاک ہیں اور مرکزی مزار اقدس کے پائیں طرف بھی کچھ عزیز واقربا کے مزارات ہیں۔ تمام قبور پر مدفون نیک نہاد حضرات کے نام کندہ ہیں جبکہ حضرت شیخ داؤد قدس سرہ کے مزار اقدس کی لوح پر حضرت شیخ ابراہیم داؤد بندگی تقویٰ الکرمانی رحمۃ اللہ علیہ جلی حروف میں کندہ ہے۔

مزار مبارک کے دو داخلی دروازے ہیں ایک شمال کی جانب اور دوسرا جنوب کی طرف ہے۔ یہ جنت نشان گنبد مبارک فن تعمیر کا اعلیٰ شاہکار ہے۔ جو اعلیٰ پایہ کے ہنرمندوں کے اعلیٰ ذوق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جس کا نظارہ کرنے پر قلب و نظر تسکین پاتے ہیں۔

اس ہشت پہلو گنبد کی عمارت ایک چبوترے پر بنائی گئی ہے اور ہشت پہلو رقبے سے دیواریں اٹھا کر ان پر آٹھ محرابیں بنائی گئی ہیں اور ان محرابوں پر گنبد تعمیر کیا گیا ہے۔ مرکزی داخلی دروازے کے اوپر یہ آیت مبارک کندہ ہے جو فن خطاطی کی مہارت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

ان الله وملائكته يصلون على النبي يا ايها الذين

آمنوا صلوا عليه وسلم تسليما

اور باہری دیواروں کی بلندی پر یہ الفاظ کندہ ہیں۔

جل قدر الله الوُدود

جل قدر الله ذی المقام المحمود

جل قدر الله المعبود

جل قدر الله ذی الشہود

حیّ احد

عفت مآب مستورات کے مزارات

حضرت شیخ بندگی قدس سرہ کے مزار اقدس سے ملحق جنوب مغرب کی جانب ایک اور گنبد ہے۔ جس میں اس خاندان ذی شان کی پاکیزہ سیرت مستورات کے مزارات ہیں۔ جہاں صرف عورتوں کا داخلہ ہوتا ہے۔ اس گنبد مبارک میں کل دس مزارات ہیں۔ روایت ہے کہ ان میں مرکزی مزار حضرت شیخ داؤد قدس سرہ کی عفت مآب زوجہ محترمہ کا ہے اس کے علاوہ دوسری نو قبور بھی خانوادہ داؤد یہ کی نیک نہاد خواتین کی ہیں۔ اور اس گنبد کے اندر کاشی کاری کا کام از سر نو کیا جا رہا ہے۔ یہ عمارت بھی قدیم ہے۔

بندگی شیخ سید رحمت اللہ شاہ عالی جاہ نور اللہ مرقدہ

کا مزار مبارک

مستورات کے گنبد سے متصل ایک اونچے نیچے ٹیلے پر اس شاہ با وفا کا مزار مقدس مرجع خلافت ہے۔ جنہوں نے تمام عمر اپنے برادر اصغر شیخ سید داؤد بندگی قدس سرہ کے ساتھ ایثار و وفا میں بسر کی۔ آپ بڑے عالی ہمت اور صبر و استقامت کے پیکر تھے شیخ سید رحمت اللہ عالی جاہ کی بلند پایہ نسبتوں پر رشک ہی کیا جاسکتا ہے۔ ایک طرف آپ قطب الاقطاب شیخ سید داؤد بندگی کرمانی کے برادر اکبر ہیں تو دوسری طرف آپ شاہ جو دو سخا سید خیر الدین شاہ ابو المعالی کے والد نامدار ہیں شیخ سید رحمت اللہ شاہ عالی جاہ کے مزار اقدس پر ایک عام سی چھت بنی ہوئی ہے جو کہ آپ کی عظمت کے شایان شان نہیں ہے۔ مؤلف کتاب ہذا کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ اس قدر عظیموں کے مالک کے مزار اقدس پر گنبد مبارک نہیں ہے جبکہ آپ کا مرتبہ و مقام اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان کے مزار پر ایک عالی شان گنبد تعمیر کیا جائے۔ کیونکہ آپ کی خدمات جلیلہ سے تمام متعلقین بخوبی آگاہ ہیں اور آپ کی عالی مرتبت شخصیت خانوادہ داؤدی کا دیباچہ ہے۔

احاطہ درگاہ میں مزارات

حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کے گنبد مبارک کے بیرونی حصہ میں چبوترے پر مغربی جانب دو انتہائی جلیل القدر خلفاء کے مزارات ہیں۔ یہ حضرات قدسیہ شیخ بندگی کے معتمد خاص اور جانثاروں میں سے ہیں ان میں ایک مزار بندگی شاہ کمال علیہ الرحمۃ المتعال کا ہے اور دوسرا مزار شریف حضرت بندگی شیخ عبدالوہاب قدس الارباب کا ہے۔ یہ دونوں

خلفاء کرام بڑے صاحب کرامت و استقامت تھے۔ انہوں نے تمام عمر اپنے شیخ طریقت کے سائے میں خدمت گذاری و جاٹاری میں بسر کی۔ ان عظیم المرتبت شاہان جہاں کے مزارات پر عقیدت مند اپنی نیا زمندی کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔

احاطہ درگاہ میں کچھ اور مزارات مقدسہ بھی ہیں مستورات کے گنبد کے باہر سید محمد محسن صاحب کے دادا سید نوازش علی شاہ علیہ الرحمۃ کا مزار ہے جو سنگ نشیں سے بنایا گیا ہے۔ حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کے مزار اقدس کے داخلی راستہ پر انیسویں سجادہ نشین مخدوم سید محمد عباس تقوی علیہ الرحمۃ کا مزار واقع ہے۔ جس پر بڑا خوشنما گنبد تعمیر کیا گیا ہے۔ اس مزار کی چار دیواری انتہائی دیدہ زیب ہے۔ لوح پر بارہ اماموں کے نام کندہ کئے گئے ہیں۔ مخدوم سید محمد عباس کے دو صاحبزادے سید علی عباس کرمانی اور سید حسین عباس کرمانی ہیں۔ البقا اللہ

کچھ اور مزارات بھی احاطہ درگاہ میں ہیں جن میں پیرموتیاں والا کا مزار بھی بڑا قابل رشک ہے۔ کچھ مزارات پر لوح نہ ہونے سے شناخت نہیں ہو پاتی۔ کیسے مبارک نصیب ہیں ان حضرات کے جو یہاں مدفون ہیں۔

چمن پیر قبرستان

خانقاہ داؤدیہ سے تقریباً آدھ کلومیٹر کے فاصلے پر مشرقی جانب یہ قدیم قبرستان واقع ہے۔ جہاں حضرت شیخ داؤد بندگی قدس سرہ کے دو صاحبزادوں شیخ سید آدم اور شیخ سید اعظم رحمہم اللہ کے مزارات ہیں۔ دربار عالیہ داؤدیہ سے متصل قدیم مرکزی جامع مسجد کی انتظامیہ کے صدر میاں محمد اشرف صاحب کی معیت میں مؤلف کتاب ہذا کو اس قبرستان کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس قبرستان میں ایک چبوترے پر واقع تین قبور ہیں جن میں سے دو

صاحبزادگان کی ہیں اور تیسری قبر کے بارے میں مختلف روایات ہیں جن کی کوئی سند نہیں۔ چمن پیر قبرستان میں ان دونوں شہزادوں کے مزارات پر فاتح خوانی کی۔ جو کہ اوائل عمری میں ہی رحلت فرما گئے تھے۔ اور ان کا سالانہ عرس مبارک بھی ہوتا ہے۔ روایت ہے کہ دونوں صاحبزادے اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت شاہ مقیم کی سواری کا گذر ہوا۔ جو شیر پر سوار تھے اُن کی سواری دیکھنے کے لیے بڑا جھوم ہو گیا۔ صاحبزادوں نے شاہ مقیم کو دیکھنے کے لیے جس ٹیلے پر بیٹھے تھے۔ اُسے چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ ٹیلا چلنے لگا۔ یہ نظارہ دیکھ کر شاہ مقیم نے پوچھا کہ تم کون ہو انہوں نے کہا کہ ہم شیخ داؤد کے صاحبزادے ہیں حضرت شاہ مقیم نے اس کرامت کی بابت جب حضرت شیخ داؤد سے تذکرہ کیا تو آپ جلال میں آ گئے اور توجہ فرمائی تو دونوں صاحبزادے اور وہ تمام ہم عمر بچے جلال داؤدی کی نذر ہو گئے۔ حضرت شیخ بندگی کو صاحبزادوں کی یہ کرامت ماکوار گزری اس احاطہ میں دونوں صاحبزادوں کی قبریں نمایاں ہیں جبکہ چوتھر کے قریب دوسرے بچوں کی چھوٹی چھوٹی قبریں بھی قطار در قطار موجود ہیں جو اس روایت کی تصدیق کرتی ہیں۔ اور یہ تمام قبور ایک چبوترے پر چمن پیر قبرستان میں نمایاں ہیں۔

چند قیمتی باتیں

زندگی آمد برائے بندگی زندگی بے بندگی شرمندگی
 حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی نماز پڑھ لی ہے تو شکر کر۔ اگر نہیں پڑھی
 تو یہ نہ سمجھ کہ تجھے نماز کے لیے فرصت نہیں ملی اے ہاں اللہ تعالیٰ سے ڈر کیونکہ اُس نے تجھے
 اپنے سامنے کھڑا کرنا کوارہ نہیں کیا۔ غور کر فکر کر کہیں رب تعالیٰ تجھ سے ناراض تو نہیں۔
 اللہ تعالیٰ سے صلح کرنے میں جلدی کر اور اپنی پیشانی کو سجدہ سے آراستہ کر کیونکہ قرب الہی کا
 اس سے زیادہ آسان اور کارگر عمل اور کوئی نہیں۔

اک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

گستاخ واعظ و خطیب

منبر رسول علمائے حق کے لیے تخت محمدی ہے اُس منبر پر بیٹھ کر چند علمائے سوء
 نے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بامہکات کو موضوع بحث بنا رکھا ہے کہ آپ صلی
 اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں یا نہیں، نور و بشر ہیں یا نہیں اے بے ادب اور بد بخت
 واعظو ڈرو اُس وقت سے جب تمہیں اس بے ادبی اور گستاخی کی پاداش میں منہ کے بل
 گھسیٹا جائے گا۔ محبوب رب العالمین کی عظمت اور شان ازیلی پر بحث کرنے والو تمہاری
 اوقات ہی کیا ہے۔ جن کی فعلین پاک بھی عرش تک گئیں اُن پر بحث کرتے ہو۔ ”شرم
 کرو“۔ تعصب اور بد عقیدگی نے تمہیں دنیا میں بھی رسوا کر رکھا ہے اور آخرت میں بھی
 رسوائی تمہارا مقدر ہے۔

ہزار بار بشوئم دھن ز مشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیت

رزق حلال

رزق حلال کی برکت سے صدقہ و خیرات دعائیں اور نیک اعمال قبول ہوتے ہیں۔ حرام رزق کی محسوس سے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ لقمہ حلال اور لقمہ حرام کی تاثیر نسلوں تک رہتی ہے۔

لقمہ حلال کی برکت سے اپنی آنے والی نسلوں کے ضمیر کو بیدار رکھو جب تم دنیا سے چلے جاؤ گے تو لقمہ حلال کا اثر تمہاری نسلوں تک باقی رہے گا۔ جو تمہیں مرنے کے بعد بھی فائدہ دے گا۔ بے عزت ہو کر کامیاب ہونے سے باعزت ماکام ہو جانا بھی کامیابی ہے۔

بدگمانی سے بچو

کسی کو حقیر نہ جانو اور خود کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھو اور نہ کسی کی ظاہری حالت پر اُس کے باطن کا قیاس کرو یہ بدگمانی ہے اور بدگمانی سے زیادہ برا عمل کوئی نہیں اگر تم محض بدگمانی کی بنا پر کسی مومن بندے سے دشمنی رکھتے ہو تو اللہ کے غضب کا شکار ہو جاؤ گے۔

ہر کسی کو اپنے سے بہتر خیال کرو کیونکہ کچھ انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے جسم پر لباس نہیں ہوتا اور کچھ جسم ایسے ہوتے ہیں جن پر لباس تو ہوتا ہے مگر انسان نہیں ہوتا۔
زاہد نگاہ کم سے کسی رند کو نہ دیکھو شاید کہ اُس کریم کو تو ہے کہ وہ پسند

یاد رکھو

عالم نشود ویران نامیکدہ آباد است

جب تک میکدہ (روحانیت) آباد ہے یہ جہان ویران نہیں ہو سکتا۔

شنیدم کہ در روز اُمید و بیم بد اداں را بہ نیکاں پہ بخشد کریم



مؤلف کی دیگر کتب

آئینہ معرفت، احوال و ملفوظات حضرت بابا فرید الدین مسعودیؒ شکرؒ مطبوعہ

جنوبی پنجاب کے مشائخ عظام، ایمان افروز روحانی سفرنامہ مطبوعہ

شان اولیاء اللہ غیر مطبوعہ

عالم پناہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ محبوب الہی غیر مطبوعہ